جن وسائط و وسائل سے کام لیتی ہے انھی کے حمائل خالق و مخلوق کے علائق سمجھنے سے مجتنب رہنے کی ہدایت کیگئی ہے، اسی سلسلہ مین "شفاعت" کے موضوع پر بھی مفصل بحث کیگئی ہے، سب کا لب لباب توحیدِ خالص کی تحقیق، شفاعتِ محمدی کی توضیح اور مکائدِ باطلہ سے اجتناب کی تعلیم ہے،

حجم ۸۰ صفحات کتابت و طباعت اچھی ہے، قیمت ۱۲ر پتہ الہلال بک ایجنسی شیرانوالہ دروازہ لاہور،

**مقدس رسول،** شدھی اور سنگھٹن کے اثر سے جہان سیاستِ ہند مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے وہان سرزمین ہند کی علمی فضا مین بھی نمایان تغیر رونما ہوا ہے، ہندوستان مین ہندو مسلمانون کا صدیون سے چولی دامن کا ساتھ ہے، دونون مین مصالحت بھی رہی ہے اور تنازع بھی، لیکن اس دو برس کے اندر ایک نے دوسرے کے خلاف جس قدر افسوس ناک غیر مہذب اور بیہودہ لٹریچر شائع کیا ہے اسکی مثال ہندوستان کی گذشتہ چند صدیون کی تاریخ شاید ہی پیش کر سکے، چند ماہ گذرے کہ دو کتابین "رنگیلا رسول" اردو مین اور "ترجیون ناگری" مین ہندو پریس سے شائع ہوئی تھین جنمین آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر بسلسلۂ ازدواج نہایت گستاخانہ طرز تحریر مین ناروا اور حماقت آمیز حملے کئے گئے تھے، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے زیر تبصرہ کتاب مین انہی دونون کتابون کے جوابات دیئے ہین، "رنگیلا رسول" کے اکثر اعتراضات عیسائی مبلغین کی تصانیف سے ماخوذ ہین، لیکن مؤلف "رنگیلا رسول" نے ستم ظریفی یہ کی ہے کہ یورپ کے مصنفین نے سیرۃ کے جن صحیح واقعات کی تصدیق یا غلط روایات کی تکذیب کا اعتراف کیا ہے مؤلف نے ان مین بھی ترمیم و تحریف سے کام لیکر یورپ کے مصنفین کی طرف غلط انتساب کر دیا ہے، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے ایک ایک واقعہ کے تار و پود بکھیر کر صحیح حالات منکشف کئے ہین اصل کتاب کے اشتعال انگیز تحریر کے متانت آمیز جوابات قابل ستائش ہین،

حجم ۸۰ صفحہ قیمت ۸ر کتابت و طباعت معمولی ہے، پتہ :- دفتر اہلحدیث امرتسر،

---

مجلد پانزدہم | ماہ ذی القعدہ سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۲۵ع | عدد ششم،

## مضامین

# شذرات

**دائرۃ المعارف** حیدرآباد دکن کا نام کئی دفعہ ان صفحات مین آچکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ہندوستان کی عزت اور آبرو ہے، مصر کے ایک بڑے عالم (سید رشید رضا صاحب المنار) نے ہم کو ایک خط لکھا تھا کہ حدیث و رجال کی کتابین جس قدر دائرۃ المعارف کے ذریعہ سے شائع ہورہی ہین، تمام دنیائے اسلام اسکے لیے ہندوستان کی مرہون منت ہے، **مستدرک** حاکم جس کے ایک ایک صفحہ کے ایک نظر دیکھنے کے لئے آنکھین ترستی تھین اب وہ اسکی بدولت منظر عام پرہے، چار جلدون مین وہان سے چھپکر شائع ہو چکی ہے اسی کے ساتھ یہ مژدہ بھی ارباب علم تک پہنچتا ہے کہ اب وہان امام بیہقی کی **سنن کبیر** کی اشاعت کا سامان ہو رہا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ امام رازی کی **مباحث مشرقیہ** جو فلسفہ مین انکی خاص تصنیف ہے، اور ابن درید کی جمہرۃ ادب، زیر طبع ہین اور فارابی کے کمل مجموعۂ رسائل (فلسفہ) کی طبع کا اہتمام ہو رہا ہے، اب تک دائرۃ المعارف کو سرکار نظام کی طرف سے ماہوار امداد ملتی تھی، اب اس کام کے استحکام کی غرض سے اس کے لئے ایک مستقل سرمایہ الگ کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بانیون کو جزائے خیر دے اور مزید عمل کی توفیق عطا فرمائے، لیکن اسکو الگ کر دیجئے تو تمام ہندوستان کیسا تیرہ و تار نظر آئے گا،

---

ہمارے رہنما اسلامی جاہ و جلال اور علمی وقار و اقتدار کے لئے ہمہ تن کوشان ہین، اور مغرب پر ذوقیت ثابت کرنے کے لئے وہ مشرق کے حق مین وقیع دلائل رکھتے ہین، لیکن اگر سوال کیا جائے کہ انھون نے اس وقت تک اپنے علوم و فنون کے احیاء و بقا کے لئے کیا کیا ہے؟ انھون نے ان مین سے کتنے ذخیرہ کو گمنامی



کے پردہ سے باہر نکالا ہے؟ انھون نے قدماء کی کس قدر نادر الوجود تصانیف کو فنا ہونے سے بچایا ہے، انھون نے مشہور مصنفین کی کن کن کتابون کے شائع کرنے کی کوشش کی ہے، تو اس کا جواب بجز خاموشی اور سکوت کے کچھ نہین ہوسکتا،

---

اس کے مقابلہ مین اگر ہم یورپ کو دیکھین تو معلوم ہوگا کہ وہ نہ صرف اپنے قدیم و جدید علوم اکابر رجال اور مشاہیر فضلا کو زندہ رکھنے کی کوشش کر رہا ہے، بلکہ اس کے ساتھ اس نے مشرقی دنیا کا فرض بھی اپنے ذمہ لے رکھا ہے، عربی اور سنسکرت کی اکثر بہترین کتابین یورپ ہی سے شائع ہوتی ہین، مشرقی علوم و فنون کے مطالعہ کے لیے وہین تمام اسباب مہیا ہین، وہین کے علماء اس کے لئے اپنی زندگیان وقف کئے ہوئے ہین، وہین سے بہترین مشرقی رسائل و اخبارات شائع ہوتے ہین اور وہین سب سے اعلیٰ تحقیقات ہوتی ہے،

---

ان مین رسائل کے اعتبار سے جرمنی کو اولیت کا فخر حاصل ہے وہان سے چار پانچ رسالے خاص اسلامی و مشرقی ممالک کے حالات کے متعلق شائع ہوتے ہین اب گذشتہ اکتوبر ۱۹۲۴ء سے وہان ایک خاص اسلامی رسالہ اسلامیکا کی اشاعت کا آغاز ہوا ہے، جسکا اڈیٹر لیبزگ کا مشہور مستشرق پروفیسر فیشر ہے، یہ رسالہ دو زبانون مین نکلتا ہے جرمنی اور انگریزی، اس مین عربی، ایرانی، اور ترکی السنہ و تمدن پر مضامین شائع ہوتے ہین جس مین جرمنی زبان مین تین مضامین ہین، دو اڈیٹر کے اور ایک دوسرے پروفیسر کا اس کے بعد انگریزی مضامین کے سلسلہ مین اس مین لائق ذکر ڈاکٹر نکلسن کا مضمون "اقبال" پر ہے، سر اقبال کا سب سے بڑا معترف یہی مستشرق ہے، دوسرا مضمون پروفیسر مارگولیتھ کا ہے، اس مین انھون نے یاقوت بن عبداللہ الحموی (المتوفی سنہ ۶۲۶ھ) کی ایک کتاب "ارشاد" (ارشاد الالبا الی معرفۃ الادبا) کا تذکرہ کیا ہے،

---

اسی شہر لیبزگ سے ڈاکٹر زیل فورر نے ترکی مورخ رستم پاشا کی تصنیف کے جسکے صرف تین نسخے دنیا مین موجود ہین، بعض اجزاء کا ترجمہ شائع کیا ہے، ابتداءً انھون نے ابواب کی تلخیص دی ہے، لیکن بایزید ثانی [illegible] کے بعد سے واقعات کو ذرا وضاحت سے بیان کیا ہے،

---

عرصہ ہوا شالی نے ۱۹۰۲ء مین بیہقی کی تاریخ شائع کی تھی، اب جرمنی کے ایک دوسرے مستشرق روز نیشر نے سٹٹ گارٹ سے اوسکے اسماء و مقامات کی فہرست، اور دوسرے مصنفین کے حوالون اور عبارتون کو شائع کیا ہے، جو مصنفین و محققین کے لئے بہت مفید ہے،

---

ناروے کے دارالسلطنت اسٹاکہم سے تار انڈرے نے ایک کتاب سیرة رسول اسلام پر لکھ کر شائع کی ہے، اس مین اس نے دکھایا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق کیا خیال تھا اور آپ کے بعد مختلف زمانہ کے مسلمانون نے آپ کی ذات اور رسالت کے متعلق کیا کیا رائے قائم کی، کہتے ہین کہ اُسنے اس کتاب مین نہایت ہی عالمانہ طریقہ پر اس فرض کو انجام دیا ہے،

---

برلن سے حال ہی مین ایک اور کتاب ترکی تاریخ کے متعلق جرمنی زبان مین ۱۳×۲۰۶ صفحات پر مکس سلبرشمٹ نے شائع کی ہے اور اس مین ۱۳۸۱ء سے ۱۴۰۰ء تک کے ترکی اور وینس کے تعلقات و تاریخ پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے،

---

پال گوتنر کا کارخانہ عربی کتب اور اسلامی علوم کی اشاعت کے لئے فرانس مین خاص شہرت رکھتا ہے، ہمارے کتب خانہ مین بھی اسکی شائع کردہ متعدد کتابین موجود ہین، حال ہی مین اس نے ابوالقاسم محمد بن احمد



العراقی کی کتاب العلم المکتسب فی زراعة الذہب" کو شائع کیا ہے، جسکو ای، جے، ہولمی یارڈ نے ایڈٹ اور ترجمہ کیا ہے، اور اس کے ساتھ اس پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، اسکی دوسری شائع کردہ کتاب فرانسیسی زبان مین ہے، یہ مقامات و مناسک حج پر ہے یہ کتاب ۸×۳۲۲ صفحات پر مشتمل ہے.

---

اس کمپنی نے "اقوام اسلام" پر بھی ایک کتاب دو ضخیم جلدون مین فرانسیسی زبان مین شائع کی ہے ان جلدون کا مصنف پی، جے، انڈرے ہے جو فرانس کی نوآبادیات کا ایک فوجی افسر ہے، ابتدا مین ۲۰ صفحات کا ایک مقدمہ بھی ہے،

---

فرانس نے صرف کتابون کی اشاعت ہی پر اکتفا نہین کی ہے بلکہ اس نے ایک وفد بھی مرتب کیا ہے جو اسلامی ممالک کے اثریات کے مطالعہ کے لیے مختلف ممالک مین جاتا ہے اور وہان کی مصور رپورٹین شائع کرتا ہے، اس سلسلہ مین عرب کے متعلق اس وفد کی رپورٹ کئی ضخیم جلدون مین پانچ سال پہلے شائع ہو چکی ہے اور اب شام مین یہ وفد اپنا کام کر رہا ہے، اور وہان کی رپورٹ شائع کی ہے، اسکے ساتھ بیت المقدس کے قرب و جوار اور بحر میت کے پاس کے مقامات کی رپورٹ بھی طبع ہو چکی ہے،

---

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ فرانس کی مجلس اثریات مشرقی نے قاہرہ کے متعلق بھی گذشتہ سال ۱۰ نقشون اور ۳۰ تصاویر کے ساتھ تقریباً دوسو صفحون کی ایک رپورٹ شائع کی ہے جسمین وہان کے قلعون کا مفصل بیان ہے، اسی قسم کی ایک کتاب برطانی مدرسہ اثریات کی طرف سے لندن سے بھی ۱۹۲۲ء مین بیت المقدس کے متعلق شائع ہوئی ہے،

---

شیخ ابن العربی کی تصانیف، اُن کے فلسفہ اور اون کے تصوف کی طرف یورپ نے جس قدر توجہ کی ہے، وہ محتاج بیان نہین، حال مین لیڈن مین ان کے تین رسالے اور طبع ہوئے ہین، یعنی (۱) انشاء الدوائر (۲) عقلۃ المستوفض اور (۳) تدبیرات الالٰہیہ، اس کے ساتھ یہ معلوم کرنا بھی باعث مسرت ہے کہ بوسٹن کے عجائب خانہ کے اسلامی اور ہندوستانی فنون کے ناظم نے جو ایک مدراسی ہندو بزرگ ڈاکٹر اے کے کمارسوامی ڈی، ایس، سی ہین، الجزری کی کتاب "فی معرفۃ الہندسیہ" جو وہان کے عجائب خانہ فنون لطیفہ مین ہے متعدد نوٹون کے ساتھ مع اصلی تصاویر شائع کی ہے، یہ کتاب غالباً فن آلات سازی (میکانکس) پر ہوگی۔

---

اپنے ملک سے باہر کیون قدم رکھئے، خود مختلف صوبون پر نظر ڈالئے، بہار اسٹرین بھنڈارکر انسٹیٹیوٹ ناگپور مین انسائیکلوپیڈیا کا دفتر، بمبئی اور پونہ کی دوسری علمی مجالس کیا کام کر رہی ہین، بنگال مین ڈاکٹر رائے ڈاکٹر بوس، ڈاکٹر ٹیگور کا بین الاقوامی جامعہ اور دوسرے متعدد اصحاب علم اور علمی انجمنین کس شغل مین مصروف ہین، الہ آباد، بنارس وغیرہ مین سنسکرت و ہندی تصانیف کی ترویج و توسیع مین کیا کچھ نہین کیا جا رہا ہے، خود ہماری تصنیفات کس نے چھاپین؟ فارسی کی تمام تاریخین بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی نے، اور ادب فارسی، طب، فقہ اور حدیث کی کتابین نولکشور کے ہندو مطبع نے، لیکن ہم اپنی بدبختی اور غفلت سے صرف بزرگون کی مدح و ثنا مین مشغول ہین، اول تو بدقسمتی سے ہم مین کام کرنے والے اشخاص ہی نہین ہین اور جو ہین ان کو خدا نے اتنی توفیق ہی نہین دی ہے کہ وہ اس طرف متوجہ ہون، کیا یہی ہماری زندگی کے آثار و علامات ہین؟ ہم کو اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کی نہین، بلکہ ان کو دور کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے،

---

دارالعلوم ندوہ، مین طلبہ کے لئے اب تک دار الاقامہ کا سامان نہین، دور دور سے



تشنگان علم دین کے شائقین آتے ہین اور گومتی کے سامنے کھلے میدانون مین پڑے رہتے ہین، دارالعلوم کی درسگاہ کے کمرے طلبہ کی سکونت کے کام آرہے ہین، یہ حالت مسلمان قوم کے لیے سخت شرمناک ہے، علوم دین کی بقا، ہندوستان مین اسلام کی تقویت اور مسلمانون کی زندگی کے لئے زبان سے جوش و خروش اور عمل سے تکذیب کس حد تک افسوسناک ہے، انھین حالات کی بنا پر ہم نے دار الاقامہ کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ مین لیا ہے، چند فقرا نے اتنے بڑے کام کا بوجھ صرف خدا کے فضل اور مسلمانون کی ہمت کے بھروسہ پر اُٹھا لیا ہے، فی کمرہ ڈیڑھ ہزار کی لاگت آئے گی، ہماری یہ تحریک آہستہ آہستہ ترقی کرتی جاتی ہے، اور اہل خیر ادھر متوجہ ہو رہے ہین، ہم چاہتے ہین کہ ہمارے ناظرین بھی اس ثواب مین حصہ لین، اور جو کچھ ان سے ممکن ہو اس سے وہ دریغ نہ کرین، ہم ممنون ہین کہ سب سے پہلے سندھ کے ایک خاموش لیکن کارفرما مخلص نے اس مین عملی حصہ لیا ہے، لیکن ہمکو سندھ سے پورے پندرہ ہزار کی رقم درکار ہے، پنجاب، بہار اور بمبئی کے صوبون مین بھی دورہ کا کام جلد شروع ہوگا، ہم نے ہر صوبہ سے صرف اسی صوبہ کے طلبہ کے لئے دس کمرون کی لاگت پندرہ ہزار روپئے کا مطالبہ کیا ہے، اگر ندوہ اور دار المصنفین کی خدمات قوم کی نگاہ مین کچھ وقعت رکھتی ہین، تو یہ آواز انشاءاللہ دل کے گوشون مین اثر پیدا کریگی،

---

جزیہ کی حقیقت پر علامہ مرحوم نے "الجزیہ" مین جو کچھ لکھا ہے اس پر اگرچہ مزید اضافہ کی گنجائش نہین ہے، تاہم ہر ممکن طریقہ سے اسلامی مسائل کی تائید اسلام کی تقویت اور استحکام کا سبب ہو سکتی ہے، اس لئے ہم شذرات کے سلسلے مین محمد سعید صاحب عثمانی کی ایک مختصر تحریر کا خلاصہ درج کرنا مناسب سمجھتے ہین جس سے متکلمانہ طور پر جزیہ کی ایک نئی علت معلوم ہوگی، وہ لکھتے ہین کہ:-

"شریعت اسلامی مین حکم قطعی ہے کہ کفار سے جزیہ لیا جائے، مین خیال کرتا ... کی علت کے سمجھنے مین کافی غور و تدبر سے کام نہین لیا گیا" بالعموم یہ تسلیم

جزیہ لیا جائے، یعنی کفار سے جزیہ انکی ذلت وخواری کا مترادف ہے، اگر یہ استنباط صحیح مانا جائے تو لازم آئے گا کہ شریعت اسلامی ذمیون کی تذلیل کو جائز قرار دیتی ہے، جہانتک مجھے علم ہے مین خیال کرتا ہون کہ بالعموم تمام محدثین، مفسرین اور ائمہ اربعہ کی تحقیق اس مسئلہ مین قریب قریب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی، حالانکہ دوسری جگہ حقوق ذمیین کے متعلق امام ابوحنیفہ کا مشہور قول ہے کہ ایک ذمی کا خون ابوبکر صدیق کے خون کے برابر ہے اس تعارض کا کیا جواب ہوسکتا ہے، لیکن میری تحقیق جزیہ کے متعلق بالکل جداگانہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

| | |
|---|---|
| ان اللہ اشتری من المومنین | یعنی اللہ نے مومنون کی جانون اور ان کی |
| انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ | مالون کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے، |

اس کا مفہوم صاف ہے کہ ایک مسلم کو اختیار نہین دیا گیا کہ وہ اللہ کی رضا کے حاصل کرنے کے سوا کسی دوسری غرض کے حاصل کرنے مین اپنی جان اور اپنا مال صرف کرے، یعنی امور دنیوی مین وہ کوئی ایسا کام نہین کرسکتا اور نہ کوئی ایسا معاہدہ کرسکتا ہے جس مین اسکی جان جانے کا احتمال یا امکان ہو، اور نہ وہ کسی نامشروع مصرف مین اپنا مال خرچ کرسکتا ہے، اسی بنا پر ایک مسلم کے لئے قطعاً ممنوع ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کی حمایت مین اغراض دنیوی حاصل کرنے کی نیت سے ہتھیار اٹھائے اور اس کے حصول مقاصد کے لئے اس کے دشمنون سے جنگ آزما ہو، اسلئے کہ ایسا کرنے مین علاوہ دیگر امور کے اس کا بھی امکان ہے کہ وہ خود مارا جائے اور یہ جیسا کہ آیۃ مذکورہ سے ظاہر ہے خدا کے حکم کے سراسر خلاف ہے، پس جب ایک مسلم کا حق نہین ہے کہ وہ غیر اسلامی مقاصد کے حصول کے لئے اپنی جان کو خطرہ مین ڈالے مین مذہبی آزادی کے بالکل خلاف ہوتا اگر یہی حق ایک مسلم کے مقابلہ مین غیر مسلم کو نہ دیا جاتا، اسلئے جہان مسلم کی حمایت مین اپنی جان کو خطرہ مین نہ ڈالنے کی رعایت دیگئی ہے، وہان اوس کو دار العلوم ندوۃ بادشاہ ہو تو مقاصد اسلام کے حصول کے لئے وہ ایک غیر مسلم کی جان کو



خطرہ مین ڈالے، بلکہ اسکو یہ ہدایت کیگئی ہے کہ اگر کبھی بحالت ناگزیر اس کو جنگ پیش آئے تو صرف مسلمان میدان جنگ مین جائین، اور غیر مسلم صرف مصارف جنگ مین حصہ لین اور اسی کا نام ٹیکس جزیہ ہے،

ایک اور نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ مجاہدین اسلام کی میدان جنگ سے گذر کر جن اعلیٰ مراتب تک رسائی ہوسکتی ہے، کفار کی نہین ہوسکتی تھی، کیونکہ، وہ کوتاہ دست ہین اور ان کی پاس کمند اسلام نہین جس کے ذریعہ سے وہ سعادت اخروی کی بلندیون پر چڑھ سکتے، اس وجہ سے بھی ان کو جہاد کی تکلیف نہین دیگئی اور صرف مصارف جنگ مین حصہ لینا ان کے لئے کافی سمجھا گیا حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون، سے میرے خیال مین یہی مراد ہے،

واللہ اعلم،

## مطبع مُعارف

مطبع معارف کی خاص خصوصیات کی بنا پر اکثر علم دوست اصحاب نے اپنی کتابین اس مطبع مین چھپوانے کی خواہش کی، لیکن ہمارے پاس خود اتنے کام تھے کہ ہم ان کو پورا نہین کرسکتے تھے لیکن اب انجن سے نہین چلنے کے باعث باہر کی فرمائشون کی بھی تعمیل کرسکتے ہین اگر کوئی صاحب اپنی کوئی کتاب چھپوانی چاہتے ہون تو وہ بخوشی ہمارے پاس بھیج سکتے ہین، نرخ نامہ کے لئے مینیجر کے نام خط وکتابت کیجیے،

---

# مقالات

## خدائے تعالیٰ کی ہستی پر نظام عالم سے استدلال،

از

پروفیسر محمد یوسف خان سلیم بریلوی مشن کالج، لاہور

ہمارے دوست کا یہ مضمون نہایت دلکش اور مفید ہے، علامہ ابن رشد نے کشف الادلہ مین اسی طرز استدلال کو صحیح کہا ہے، اور اسکی تفصیل کی ہے، امام غزالی نے الحکمۃ فی مخلوقات اللہ تعالیٰ کے نام سے اس بحث پر نہایت عجیب رسالہ لکھا ہے جو چھپ چکا ہے، علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب مفتاح السعادۃ کا بڑا حصہ مخلوقات کے نظیم اور انکی ساخت اور اعضاء و اجزاء کے منافع و فوائد و باہمی توافق کی تفصیل و تشریح کے نذر کیا ہے، لیکن اس طرز استدلال مین جو کمی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے خدا کے وجود بحیثیت مرتب و منظم کے تو استدلال ہوسکتا ہے، مگر بحیثیت خالق کے استدلال نہین کیا جاسکتا، اس پر غور کرنا چاہیئے،

"معارف"

منجملہ ان دلایل و شواہد کے جو حکماء کی جانب سے، ہستی باری تعالیٰ عز اسمہٗ کے ثبوت مین پیش کئے جاتے ہین، سب سے زیادہ دلچسپ، تسلی بخش، واضح، اور معقول دلیل وہ ہے جسے ہم لوگ (Design Argument) کہتے ہین یعنی وہ دلیل جو عالم شہود مین نظم و نسق، توافق و توازن، انضباط و



انتظام، ترتیب و ترکیب کو دیکھکر ہمارے اذہان مین پیدا ہوتی ہے، اور جاہل و عامی سے لیکر حکیم اور فلسفی سب کو علی قدر عقولہم تسلی اور اطمینان بخشتی ہے،

جہان تک میرا خیال ہے یہ سب سے پہلی دلیل ہے جو خدائے تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کی مقدس ذات کے اثبات مین پیش کیگئی، آسمانی صحیفون مین بھی یہ دلیل، بوضاحت تمام مرقوم ہے، فلاسفہ یونان نے اس دلیل کو منطقی پیرایہ مین بیان کیا اور اس طرح اُسے چار چاند لگادیئے، اور جس قدر زمانہ گزرتا گیا اس دلیل کی صحت اور صداقت مثل روز روشن آشکارا ہوتی گئی، لیکن بڑی مدد اسکی صداقت مین، جدید علمی انکشافات اور سائنس کی تحقیقات اور خصوصاً مسئلہ ارتقاء سے ملی، جس قدر معلومات مین وسعت ہوتی جاتی ہے، جون جون حقائق اشیاء منکشف ہوتی جاتی ہین، اسی قدر یہ دلیل مستحکم ہوتی جاتی ہے، یہ دلیل اس طرح پیش کیجاتی ہے۔

عالم مین نظام اور ترتیب، توافق (Adaptation) اور اس کے گوناگون خلائق مین ایک مقصد (Purpose) پایا جاتا ہے اور یہ سب امور ایک مرتب، اور منتظم یعنی ایک ذی شعور صاحبِ عقل و ارادہ، و دور اندیش، پیش بین، ہستی کے وجود پر دلالت کرتے ہین، وہی چیزین ہین جنکو ہم (Mind and Matter) مادہ اور عقل فعال سب جانتے ہین کہ مادہ بے شعور ہے، عقل سے معرا فکر سے منزہ، پس ایک عقل مطلق ضرور بالضرور موجود ہے جو ایک مقصد کے ماتحت اس مشین کو چلارہی ہے، اسی کو ہم عرف عام مین خدا کہتے ہین،

استاد مرحوم (علامہ شبلیؒ) نے کیا خوب فرمایا ہے، "ایک جاہل اگر ہزار برس تک الفاظ کو الٹتا پلٹتا رہے تو بھی دیوان حافظ مرتب نہین ہوسکتا"، لیکن سائنس اور ارتقاء نے اور پہلوؤن سے بھی اس دلیل کی صداقت پر مہر لگائی ہے، مین صرف چند امور پیش کرون گا اور بعض اعتراضات کا جواب دونگا، کیونکہ ظاہر ہے کہ رسالہ مین بالاستیعاب بحث نہین کیجاسکتی، العاقل تکفیہ الاشارۃ

اگر ہم علم تشریح الاعضاء کے کسی ماہر سے دریافت کرین تو وہ ہمین بتائیگا کہ نیچر نے انسانی اجسام مین عروق

اس ترکیب سے بنائی ہین کہ خون دل کی طرف تو جا سکتا ہی لیکن اگر جگر کی طرف جانا چاہے تو یہی عروق رک ہو جاتی ہین، ان عروق کے اندر نیچر نے اس ترکیب سے قشور (Valves) بنائی ہین کہ اگر خون کسی اور عضو کی طرف لوٹے تو یہ سد راہ ہو جاتی ہین، جس وقت یہ بات مسٹر ہاروے نے جو دوران خون کے نظریہ (ARY THE) کا موجد ہے، معلوم کی تو اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی چنانچہ وہ لکھتا ہے "نیچر نے جو ہماری زندگی کی ضروریات بدرجہ اتم پورا کرتی ہے، اس قدر (VALUES) قشور بغیر کسی خاص مقصد کے نہین بنائی ہین، اور وہ مقصد جو ہماری سمجھ مین آتا ہے اور قرین عقل معلوم ہوتا ہے یہ ہے، کہ خون اعضا مین جانے سے قبل تمام عروق مین گردش کر جائے اور سوائے مرکزی مقام کے کسی اور طرف رجوع نہ ہو سکے" دنیا کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز مین ایک توازن اور ترتیب خوبی اور انتظام مضمر ہے، چنانچہ قانون کشش ثقل علم ہندسہ کے قوانین کے ماتحت کام کرتا ہے جن دوائر کو مختلف سیارے دوران گردش مین بناتے ہین وہ باقاعدہ ایک اصول ہندسی کے ماتحت اور ایک خاص ہندسی شکل کے ہوتے ہین، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندسی نے آلات سے صفحہ خلا مین کھینچے ہین، یہ دوائر اصلا کج یا خمیدہ یا ٹیڑھے ترچھے نہین ہوتے بلکہ صحیح طور پر (Hyperbola) بیضاوی دوائر ہوتے ہین، سوال یہ ہے کہ یہ صور، بے شعور مادہ نے کیسے بنا دین؟ قوس قزح کا ہر ایک رنگ، مقررہ جگہ مین، مقررہ روشنی کی تعداد اور عکس کا پابند ہوتا ہے، اور مختلف رنگون مین اور روشنی کے عکس مین ایک خاص تناسب ملحوظ پایا جاتا ہے، کیونکر ہو سکتا ہے کہ بے شعور مادہ ریاضی کے قوانین مقررہ کے ماتحت کام کر سکے؟ نغمہ کا ہر ایک مقام (note) ہوا کے مقررہ تموجات (vibrations) فی ثانیہ کا پابند ہے، اس کا زیر و بم ایک اصول ہندسی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتا ہے، کیسے یقین ہو کہ یہ بات بے شعور مادہ کی کاری گری ہے؟ ہر (Crystal) یعنی برفانی بلوری شکل ایک ہندسی قانون کے ماتحت صورت پذیر ہوتی ہے، کیا بے شعور مادہ اسکی علت ہو سکتا ہے؟ پھولون کی پنکھڑیان، پرندون کے پر سب مقررہ تعداد کے موافق پیدا ہوتے ہین



کیا بے شعور مادہ ایسا کر سکتا ہے؟ سائنس کا متفقہ فتوی یہ ہے کہ ہر شے قانون ہندسی و (Mathematical law) کی پابند ہے، سوال یہ ہے کہ ناپ، تول، وزن، اوزان تعداد مقدار سوائے عاقل ہستی کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے؟ جملہ حقایق عالم جنکے انکشافات اور تحقیق مین اس قدر علم و فضل درکار ہے کس طرح ایسی ذات سے ظہور پذیر ہو گئے جو خود عقل و فکر، غور و فہم شعور اور قوت سے کوسون دور یعنی قطعًا بے شعور ہے!

ہم جب فوٹو گرافک کمرے کو دیکھتے ہین تو بے اختیار کہہ اٹھتے ہین کہ کس قدر پیچ در پیچ دقیق اور قابل تعریف ہے، ضرور کسی بڑے عقلمند کاریگر نے اسے بنایا ہے کیونکہ اس کے تمام پرزے ایک خاص مقصد کے ماتحت کام کرتے ہین اس مین کوئی چیز ایسی نہین لگائی گئی جو اپنی جگہ بیکار ہو یا کسی خاص مقصد کے ماتحت نہ ہو، پس صاف ظاہر ہے کہ اس مشین کے وجود سے پہلے ہمین وہ عقل فعال تسلیم کرنا پڑتی ہے جس نے اس کا (Design) نقشہ اس کے بنانے سے پہلے اپنے ذہن مین قایم کیا اور بے شعور مادہ کو اس صورت سے ترتیب دیا کہ ایک خاص مقصد حاصل ہووے، بے شعور مادہ سے میری مراد وہ بے حس و حرکت آلات اور چھوٹے چھوٹے پرزے ہین جو سب ملکر تو تصویر اتار لیتے ہین لیکن فردًا فردًا کوئی کسی کام کا نہین، قصہ مختصر کمرے سے پہلے کمرے بنانے والے کا وجود لازمی ہے یہ تو نقل تھی اب اصل کی طرف متوجہ ہو جئے، کیا آلہ بصارت اس سے کچھ کم حیرت انگیز ہے؟ مگر تو آپ سے آپ نہین بنگیا، لیکن آنکھ آپ سے آپ ہی بنگئی، سبحان اللہ! مادہ تو بے شعور ہے اس مین یہ لیاقت کہاں سے، کیسے اور کس طرح آگئی کہ آلہ بصر مین وہ تمام سامان مہیا کر سکے جنکی بدولت قوۃ متصورہ مین مختلف نقوش مرتسم ہو سکین؟ مادہ تو بے شعور ہے وہ علت غائی کا وقوف کیسے، کس طرح اور کیونکر حاصل کر سکا!

کیا کوئی مشین ایسی ہے جو بلامداخلت عقل انسان کے، آپ سے آپ محض (Collocation of matter) مختلف وضعیات مادی کی بنا پر بن گئی ہو اور پھر کسی خاص مقصد کے لئے بنی ہو اور کارآمد ہو گئی ہو؟

میں نے انسانی جسم کے ایک آلہ کا حال بطور مثال پیش کیا ہے، جسم میں تو بہت سے آلات ہیں جو مختلف مقاصد
کے ماتحت کام کر رہے ہیں تو اگر کیمرا آپ سے آپ نہیں بنگیا تو آنکھ کیسے بنگئی اور سب سے زیادہ یہ کہ جسم کیسے
آپ سے آپ بنگیا؟ اگر ضرور ہے کہ کیمرا کا بنانیوالا کوئی ہو تو اس کیمرے سے ہزار گنا زیادہ حیرت انگیز چیز یعنی
جسم انسانی کا بنانیوالا بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہے، ڈاکٹر بیل (Bell) نے تو صرف ہاتھ پر ایک کتاب
تصنیف کر دی ہے جس میں اس نے ثابت کیا ہے کہ انسانی ہاتھ کس قدر وضاحت کے ساتھ خدا کی ہستی کا پتہ دیتا ہے، مگر
اس سے بڑھکر ڈاکٹر پیلی (Paley) نے "نیچرل ہتیالوجی" لکھی ہے، میں اس مضمون کے پڑھنے والوں سے
درخواست کرتا ہوں کہ وہ اُن کتابوں کو ضرور دیکھیں، اس کے علاوہ علم ہیئت (Astronomy)
بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا اور نظام عالم آپ سے آپ نہیں بنگیا، ہماری دنیا کا رشتہ آفتاب سے اس طور پر واقع ہوا ہے
کہ ہر موسم اپنے مقررہ وقت پر آتا ہے، مد و جزر باقاعدہ ہوتا ہے، اس میں کوئی تفاوت اور کمی بیشی واقع
نہیں ہوتی، اسی طرح علم کیمیا (Chemistry) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عناصر کی
ترکیب میں خاص تناسب قائم ہے جس کے خلاف نہیں ہوتا، مختلف مرکبات ہمیشہ مختلف عناصر کے
باقاعدہ اور متناسب اختلاط باہمی سے پیدا ہوتے ہیں سوال یہ ہے کہ بے شعور اور لایعقل
مادہ میں تناسب کا آئیڈیا کیسے پیدا ہو سکا؟ ان عناصر کا اتحاد و اختلاط ایک قانون کا پابند ہے؟

سوال یہ ہے کیا تناسب آپ سے آپ پیدا ہو گیا؟ سائنس کا فتویٰ ہے کہ ارتقاء ہر شے میں جاری
و ساری ہے اور اسی کے ماتحت مظاہر قدرت ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں، لیکن ترقی کا خیال ترقی دینے والے کے
خیال کا پیش خیمہ ہے کیونکہ ترقی تبدیلی ہے، تبدیلی یا تغیر حرکت ہے، اور حرکت میں قبیل معلول ہے، معلول
بغیر علت یعنی محرک نہیں پایا جا سکتا اگر مادہ محرک ہے تو پھر وہی سوال کہ مادہ میں وقوف کہاں سے آیا؟ علم
اور علم الحیوان یعنی Biology اور Zoology دونوں کے مطالعہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین جس پر ہم بستے ہیں، ہماری ضروریات کے لئے کیسی موزون ہے، انسانی ضروریات



اور زمین کی طبعی حالت اور پیداوار میں کیسی مناسبت ہے، جغرافیہ اور اقتصادیات میں کیسی یگانگت ہے، وجود
انسان کے اعضا اور جوارح میں کس قدر یگانگت اور تناسب ہے، چنانچہ Montesquieu
کہتا ہے کہ اس خیال سے بڑھکر کونسی بات زیادہ حماقت انگیز ہو سکتی ہے کہ بے شعور مادہ نے صاحب شعور انسان
اور لایعقل مادہ نے عقلمند صاحب عقل و ہوش انسان پیدا کر دیا، پھر قانون قدرت یہ ہے کہ اجناس میں توافق اور یگانگت
ہوتی ہے گیہوں کے دانے سے گیہوں اور جو کے دانے سے جو پیدا ہوتا ہے، مادہ جو غور و فکر سے خالی ہے اس کا
کرشمہ انسان کس طرح ہو گیا جو سرتاپا غور و فکر ہے؟ اس کے علاوہ ہم لوگ صفت قرینہ اور صفت تقابل
اور توافق و توازن کا بھی ذکر کرتے ہیں اور بنانے اپنی عقل سے کام لیکر اپنی عمارات اور دیگر مصنوعات میں ان
صفات و خواص کا لحاظ رکھا ہے، تو اگر یہ صفات اور انکی موجودگی کسی صانع پر دلیل ہیں جیسا کہ درحقیقت ہیں
تو کیا انسان کے جسم میں اور دیگر اشیاء میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں، کیا چہرہ پر باقاعدہ دو آنکھوں کا
دائیں بائیں ہونا صفت قرینہ و تقابل پر دلالت نہیں کرتا، کیا ہمیں اجرام فلکی میں خوبصورت دائرے نظر
نہیں آتے، کیسے گول ہیں! کیسے خوشنما! کیا ہمیں ابابیل کے پروں میں ایک ترتیب، توازن، اور قرینہ
نہیں ملتا؟ اگر ہم اسکی دم کے پروں کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ کسی نے پرکار اور پیمانے کی مدد سے بنائے ہیں،
کیا قرینہ اور خوبصورتی مور کے پروں میں کم نمایاں ہے؟ مور کے پر، ابابیل کے بازو، گلاب کی پنکھڑی، انسان
کے ابرو، پہلی رات کا چاند، کیا سب کے سب ایک زبردست ہندسی قانون کے ماتحت نہیں نظر آتے؟
بے شعور مادہ کو قانون سے کیا نسبت؟ اس ظاہری خوبی اور توازن کے علاوہ مقصد اور علت غائی کس قدر
نمایاں ہے؟ جو آلات کہ آنکھ کے اندر موجود ہیں وہ اگر کان کے اندر رکھ دیئے جائیں تو بالکل بیکار رہیں،
اب ہم مادہ پرست اور ملحدین سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر یہ سب کچھ (Chances) اور محض اتفاقات
کا نتیجہ ہے، اگر یہ نظام عالم محض مختلف و صفات مادی (Rorious collections of matter)
کا نتیجہ ہے تو بندہ نواز، آنکھ کے آلات جن میں دیکھنے کی قوت ہے، کیوں آنکھ ہی میں جاگزین ہوئے

کان یا ناک مین کیون نہ چلے گئے؟ اتفاق یا Chance سے جسمین بقول تمھارے عقل کو دخل نہین،
عقل کی باتین کیونکر اور کس طرح ظہور پذیر ہوسکین، اتفاق کا تقاضا تو یہ تھا کہ کوئی شے، کہین ہوتی، کوئی کہین؛
جس طرح گنوار دیہاتی جو گھڑی کے پرزون سے واقف نہین اگر اسے ہم گھڑی کے پرزے دیدین کہ انھین اس
گھڑی کے کیس مین فٹ کردو تو چونکہ وہ ان سے واقف نہین اس لئے لامحالہ ہیر اسپرنگ کی جگہ (Main
"مین اسپرنگ" کو جڑ دے گا، لیکن اگر وہ ہر ایک پرزہ صحیح طور سے لگا دے، کہ فٹ ہونے کے بعد گھڑی
چلنے لگے تو کون شخص اُسے اس کام سے واقف نہ کہیگا،؟

ہمارا سوال تو یہی ہے کہ بے شعور مادہ کس طرح ان آلات کو ان کے صحیح مقامات پر رکھ سکا؛
بجائے اس لاعقل مادہ کے ہم کیون نہ ایک عقلمند اور صاحب ارادہ حکیم مطلق کو اُس کا فاعل اور موجد
تسلیم کرین، جو مقصد کے ماتحت ہر چیز کو اسکی جگہ پر رکھتا ہے، اور اٹکل پچو یا اتفاق سے تو ایک چیز صحیح ہوسکتی
ہے یہ کیا کہ تمام دنیا کی اشیاء مین توازن و توافق موجود ہو لیکن یہ سب کچھ محض حسن اتفاق سے ہوگیا ہو،
چلو مانا کہ ایک دفعہ اتفاق سے تیر نشانہ پر بیٹھ گیا لیکن ہر دفعہ ایسا ہوتا ہے اور آپ اس تیر انداز کو اناڑی
کہے جاتے ہین یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

آپ ایک جاہل کو "دیوان حافظ" کے ایک شعر کے الفاظ دیدیجئے کہ ان کو شعر کی صورت مین لکھدے
دیکھئے وہ کس قدر بے ربط عبارت اور کتنی بار بناتا ہے، لیکن ان کو اس طور سے رکھ سکیگا کہ شعر بنجائے
پس جب ہم دنیا کو بقول ارباب سائنس قوانین ہندسی مین جکڑا ہوا پاتے ہین تو پھر کس طرح یہ تسلیم کرلین
کہ یہ کرشمے لاعقل مادہ کے ہین،

اس کے علاوہ جو لوگ دنیا مین مقصد اور نظام وغیرہ سے انکار کرتے ہین، وہ بھی مجبوراً لفظ
Purpose مقصد استعمال کرجاتے ہین اور اس طرح ہمارے ہات مین ایک زبردست اور
مہلک حربہ دیدیتے ہین چنانچہ بڑے بڑے (Materialists) مادہ پرستون نے لفظ مقصد یا



باعلت غائی استعمال کیا ہے، وہ کہتے ہین یہ عضو اس مقصد کے لئے ہے، یہ شے اس مقصد کے واسطے ہے
وغیرہ گویا بے شعور مادہ بھی مقصد کے ماتحت کام کرسکتا ہے! چنانچہ (Haeckel) اس کتاب
مین جس مین اس نے اس امر کے ثابت کرنے کی سعی ناتمام کی ہے کہ مقصد یا (Purpose)
جسکا اس قدر شور وغل ہے، وہ اس عالم مین نہین پایا جاتا ہے، ایک جگہ جہان وہ (Organic body)
یعنی جرم منضبط کی تعریف کرتا ہے، لکھتا ہے "جرم منضبط وہ جسم ہے جس مین مختلف اعضا اس طرح ملکر کام
کرین کہ زندگی پیدا ہونے کا مقصد حاصل ہوسکے، یعنی دوسرے لفظون مین جرم منضبط وہ ہے جو ایک
"مقصد خاص کے ماتحت متحرک ہو" لیکن ہم بخوبی واضح کرچکے ہین کہ مقصد کے ماتحت کسی کام کا ہونا ایک صاحب
ارادہ ہستی کے وجود پر دلیل ہے، اسی طرح (Hartman) جسکے خیال کے مطابق یہ دنیا
کسی نہ کسی طور پر، آپ سے آپ، غیر ذی وقوف اور جہل مطلق اور غیر ذی شعور، متحرک مادہ کی وساطت
سے برپا ہوگئی ہے، ایک جگہ، اُس غیر ذی ہوش (The utterly unconscious)
ہستی کی دانائی اور قابلیت کا بھی ذکر کرتا ہے، بلکہ وہ اُن وسائل اور ذرائع کا بھی نمبروار ذکر کرتا ہے جو اس
غیر صاحب ارادہ غیر ذی شعور اور جہل مطلق ہستی نے وقتاً فوقتاً بعض مقاصد کے حصول کے لئے استعمال
کئے ہین، ذرایع اور وسائل جیسا کہ ایک بچہ جانتا ہے وہی استعمال کرسکتا ہے جو صاحب عقل اور صاحب
ارادہ ہو، لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ وہ ہیکل ہو یا ہارٹمین، اسپنسر ہو یا ہیگل، کانٹ ہو یا ہل اگر دل مین
یہ ٹھان چکے کہ خدا کو نہ مانین گے تو ختم اللہ کے ماتحت پھر سر مدعیان عقل اس سے بڑھکر بیوقوفیان کرکے
ہمین ہنسنے کا موقع دیتے ہین، چنانچہ دیکھ لیجئے، اسپنسر نے خدائے قادر اور رب رحیم اور حکیم علی الاطلاق
کو چھوڑا تو آخر ایک علت تامہ کو تو ماننا ضرور تھا، لہٰذا (Unknowable absolute)
یعنی غیر قابل تفہیم ہستی کو خدا مانا، ایک مجہول خدا سے تو ہمارا خدا لاکھ درجہ بہتر ہے جو یہ کہتا ہے، ادعونی
استجب لکم

اچھا جناب" اگر یہ دنیا کسی مقصد کے ماتحت نہین بنی تو دوسری صورت لو کیا یہ امر اتفاقی ہے؟ یہ کہنا کہ
دنیا مین نظام اور ترتیب محض حسنِ اتفاق سے رونما ہوگئی، سراسر لغو اور باطل ہے، اس لئے کہ اتفاق اور
ضرورت دونون اصطلاحین، اگر ان سے پہلے عقل کو مقدم نہ مانا جائے، لغو اور بے معنی ہین، اگر قانون نہین تو
حوادث (accidents) اور اتفاقات (Chances) بھی نہین ہو سکتے، اتفاقات ہمیشہ قوانین
مقررہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوا کرتے ہین، جب دو یا زیادہ، غیر متعلق (Independent) سلاسل
مظاہر کا کسی موقع پر اجتماع وقوع پذیر ہوتا ہے، اس صورت مین کہ ان کا ایسا اجتماع کسی ارادے کے تحت
نہ ہو، تو اس کو اتفاق کہتے ہین، مثلاً ایک سلسلہ علل و اسباب کے ماتحت ایک شخص ایک مقررہ یا خاص وقت پر
ایک خاص درخت کے نیچے سے گذرتا ہے اور دوسرے غیر متعلق سلسلہ علل و اسباب کے ماتحت ایک
بھاری شاخ درخت سے ٹوٹ کر اس شخص کے اوپر گر پڑتی ہے تو ان دونون سلاسل اسباب کا نتیجہ
یعنی شخص مذکور کی موت، اتفاق سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور بس، لہذا صاف ظاہر ہے کہ بغیر سلاسل اسباب،
اتفاق محض، کوئی حقیقت اور معنی نہین رکھتا، لہذا ثابت ہے کہ اتفاق خود معلول ہے وہ نظام عالم کی
علت کیسے ہو سکتا ہے، وہ تو خود علت کا محتاج ہے، پس اتفاق مبدأ موجودات نہین ہو سکتا اور نہ مادہ جو
بے شعور ہے، نظام اور توافق کی علت ہو سکتا ہے، "یہ خیال کرنا اس قدر غیر معقول نہین کہ فارسی حروف
تہجی نے خود بخود بلا مدد غیرے، دیوانِ حافظ مرتب کیا ہے، جس قدر یہ خیال کہ ذرات عالم نے بلا مدد
غیرے، ایک منتظم اور مرتب دنیا قائم کر دی ہے،

اب فرض کرو کہ یہ "نظام، قانونِ فطرت کا نتیجہ ہے، یہ کہنا درحقیقت جواب سے اعراض ہے
اس لئے کہ قانون خود انتظام ہے انتظام عالم کا دوسرا نام قوانین فطرت ہے، سوال یہ ہے کہ قانون
ایک امر معقول ہے یا غیر معقول؟ کوئی شخص جس کا دماغ صحیح حالت مین ہو، قانون کو غیر معقول نہین کہہ سکتا
"قانون کا وجود، اس کا موجود ہونا، اس امر کی دلیل ہے کہ ایک عقلمند واضع قوانین بھی موجود ہے، جس نے



یہ قانون یا قوانین بنائے ہین، ڈاکٹر ویول (Whewell) کا یہ قول کسی مزید تشریح کا محتاج
نہین ہے،" مقدار، تعداد، وقت، خلا وغیرہ کے مقررہ قوانین کے ماتحت واقعات عالم کا انتظام، ایک
عاقل اور صاحب ارادہ ہستی پر شاہد ہے" مختصر یہ کہ قوانین فطرت نظم ونسق کی علت (Phenomena)
نہین بلکہ اس کا اظہار ہین، یہ قوانین، ان صحیح اور پیچدار ترتیبون کے نتائج ہین، جو اعلیٰ عقل و شعور کی مظہر ہین
مثلاً (Chamical laws) یعنی قوانین کیمیائی، یہ قوانین اس لئے مدون ہوئے
کیونکہ ایسے کیمیاوی عناصر موجود ہین جنمین یگانگت باہمی اور انجذاب موجود ہے لیکن اس کے ساتھ
ہی ان مین ایسا توازن اور توافق (Balanced harmony) بھی موجود ہے جو
بقائے عالم کے لئے ضروری ہے، علاوہ برین ان قوانین کا وجود ان کے نفاذ کا باعث نہین ہے، کوئی قانون بذات
خویش کوئی عمل اور اثر نہین کرتا، اثر اور نتائج تو ان فاعلین کی ذات سے وابستہ ہین جو ان قوانین مقررہ کے تحت
کام کرتے ہین پس یہ کہنا کہ نظام عالم کی علت، یہ قوانین ہین محض سفسطہ ہے، اگر ایک صاحب ارادہ اور
باشعور ہستی نہ ہو، تو اگر مادہ مین ہم وہ تمام خواص اور قوانین طبعی بھی مان لین جب بھی بات نہین بنتی" چنانچہ مشہور
سائنس دان پروفیسر جیونس (Prof: Jevons) کہتا ہے" ذرات مادہ کے وضعات مین جو
مختلف صورتین ظہور پذیر ہوئین ان مین ایک وضع یا انتخاب ایسا بھی ہوا ہے جسکی بنا پر یہ مرتب اور منتظم عالم ظہور پذیر
ہوا ہے" ہم اس پر اتنا اضافہ کئے دیتے ہین کہ بیشک وہ انتخاب ہوا ہے مگر اس کا کرنے والا بے شعور مادہ نہین
بلکہ خدائے علیم و حکیم ہے، اور ہمارے دعوی پر دلیل یہ ہے کہ یہ انتظام معقول (RATIONAL)
ہے اور جب تک مادہ کو صاحب عقل نہ ثابت کیا جائے اس وقت تک مادہ اس انتظام کی علت نہین
ہو سکتا، معقول انتخاب کی علت صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جو صاحبِ عقل ہو، الغرض یہ کہنا کہ نظام عالم
قانونِ فطرۃ کا نتیجہ ہے، ایک ملحد عذر آ نہین ہو سکتا، وجہ یہ ہے کہ قوانین فطرۃ کی انھین دو صورتون
مین سے ایک صورۃ کے ماتحت تشریح کرنا پڑے گی، آیا یہ قوانین کسی مقصد کے ماتحت ہین یا امر اتفاقی ہین

امر اتفاقی کو علت بنانے کی غلطی پہلے ثابت کر آیا ہون، پس لامحالہ دوسری صورت مانو، اگر یہ قوانین کسی مقصد کے ماتحت ہین تو ہمارا مقصد ثابت ہوتا ہے کیونکہ پہلے دکھایا جاچکا ہے کہ مقصد ایک صاحب عقل وجود پر گواہ اور شاہد ہے،

قانون فطرت کیا ہے؟ یہ توان واقعات کا لب لباب ہین جو خود تشریح طلب ہین، قانون قدرت، عبارت ہے اس طریقہ سے جس مین اور جس کے ماتحت، واقعات عالم رونما ہوتے ہین، اور ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ قانون بذات خود، نظام عالم کی علت نہین، اور قانون مقنن کی ہستی پر دلیل ہے، وہ تو خود ہی مقنن کے دماغ کا نتیجہ ہے مثلاً قانون کشش ثقل کو لو، یہ اس امر سے عبارت ہے کہ اجرام مادی مین کشش باہمی موجود ہے، لیکن اس امر واقعی یعنی کشش کی تشریح اور حقیقت، خود اس قانون سے نہین ہوسکتی، کیونکہ یہ قانون کچھ نہین مگر ایک امر واقعی کا بیان، دگر ہیچ، یہ کہنا کہ اجرام مادی کی کشش باہمی کی حقیقت، قانون کشش ثقل سے عیان ہوسکتی ہے "ایک غلطی ہے جسے مصادرہ علی المطلوب کہتے ہین،

واضح ہو کہ قانون فطرت، واقعات فطرت کے خلاصہ کا نام ہے، جو واقعات ہمارے روزمرہ کے مشاہدہ مین آتے ہین، قانون فطرت ان کے ان بحیثیت مجموعی اظہار کا دوسرا نام ہے، یہ کہنا کہ نیچر کی تشریح، لاز آف نیچر سے ہوسکتی ہے ٹھیک ایسا ہی ہے جیسا کہ واقعات کی حقیقت کے اظہار کے لئے ان واقعات کو پیش کرنا،

سوال باقی ہے کہ قوانین فطرت کہان سے آگئے؟ ان مین یہ استواری، پائداری، انضباط اور استقلال کہان سے آگیا؟ مادہ کی عدم قابلیت تو پہلے واضح کرچکا ہون، صرف دو ہی جواب ہوسکتے ہین، یا تو یہ واقعات کسی مقصد کے ماتحت ہین یا امور اتفاقی ہین، ان دونون پر بھی پہلے روشنی ڈال چکا ہون،

اتفاق کے نظریہ کے متعلق یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نیچر مین مقصد کا وجود، اتفاق سے ہوگیا ہو، یعنی یہ تو مسلّم ہے کہ عالم مین نظام اور توازن موجود ہے اور قوانین مقصد کے ماتحت ہین لیکن



یہ مقصد حسن اتفاق سے رونما ہوگیا ہے، ذرات مادہ کی باہمی وضعات مین حسن اتفاق سے مقصد" اور "غرض" کی شکل پیدا ہوگئی گویا خدا یا ایک صاحب عقل و ارادہ ہستی کے اقرار کرنیسے بچنے کا یہ آخری پہلو ہے کہ مقصد ہے مگر خود یہ "مقصد" اتفاق کا نتیجہ ہے، اجزائے دیمقراطیسی کی حرکت سے کوئی نہ کوئی شکل ظہور پذیر ہوتی، اتفاق سے ایسی شکل ظہور پذیر ہوگئی جس مین مقصد پایا جاتا ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ محض اتفاق سے یا اتفاقیہ طور پر جو مقصد آمیز اشکال (DEOMINGLY PURPOSEFUL ARRANGEMENT) ظہور پذیر ہوتی ہین، وہ صرف ایک محدود دائرے مین ہوسکتی ہین لیکن جب واقعات عالم اور حوادث ارضی و سماوی مین "مقاصد عالیہ" بکثرت پائے جاتے ہین تو یہ خیال کہ مقصد محض اتفاق سے رونما ہوگیا، قائم نہین رہ سکتا، یہ ممکن ہے کہ ہزار مین سے ایک "دفعہ" اتفاقاً ایسی شکل بنجادے جس مین مقصد ہو، لیکن اگر ہزار اشکال مین ۹۹۹ مین مقصد اور غرض آشکار ہو تو پھر حسن اتفاق اسکی بنا نہین قرار دیجاسکتی، مجھے بڑا تعجب توان فلاسفہ پر آتا ہے، جو اپنے آپ کو پیروان تجربہ و مشاہدہ (PERMENTAL) کہتے ہین، اور پھر دنیا کے متعلق یہ خیال رکھتے ہین کہ وہ محض اتفاق سے بنگئی، اس لئے ان کا یہ خیال، تجربہ و مشاہدہ کی ہی بنا پر جو ان کا دین و ایمان ہے، غلط ثابت ہوتا ہے، خیال کیجئے کہ ہمارا روزمرہ کا تجربہ بتاتا ہے دنیا کی ہر مشین، ہر نازک اور پیچیدہ کل ساری اختراعات، ایجادات، آلات مفیدہ، غرض کل چیزین ایک تو خود بخود نہین بنگئین۔ ان کے بنانے والے ضرور تھے دوسرے یہ کہ بلا کافی غور و فکر، بلا صحیح علم و فضل کے یہ آلات نہین بن سکتے تھے، دوسرے لفظون مین جسقدر سائنس ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر خدا کی ہستی پر شہادات اور دلائل زیادہ موجود ہوتے جاتے ہین اب پہلی بات کو لیجئے اگر گھڑی خود بخود نہین بنگئی تو دنیا خود بخود کیسے بنگئی؟ ضرور ہے کہ پہلے ایک فاعل بالارادہ اور عقلمند شخص نے ایک مقصد ذہن مین قرار دیا کہ ایسا آلہ ہونا چاہیئے جو وقت بتاوے پھر اسنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے واسطے ان تمام پرزون کو ایک خاص ترتیب اور اعتبار سے ایک دوسرے سے متحد کیا، تب گھڑی سے وقت معلوم ہوا، پس جسم انسانی کا بھی یہی حال ہے، اسکا بنانیوالا بھی ایک

حکیم اور عقلمند خدا ہے، اب شعور مادہ ہے یا حُسن اتفاق ہے یہ بات نہین ہوگئی، دوسری بات یہ ہے کہ ان الات کے لئے عقل اور حکمت، غور و فکر اور معلومات کی وسعت یہ سب کچھ درکار ہے تو کیا مادہ مین عقل و شعور، فہم و ادراک پایا جاتا ہے؟ نہین ہرگز نہین! پس لامحالہ ایک ایسی ہستی کے وجود کا اقرار کرنا پڑتا ہے جو صاحب عقل اور صاحب شعور ہے، ان فلاسفہ کی خدمت مین عرض ہے کہ آپ کا تجربہ ہمین بتاتا ہے کہ گھڑی آپ سے آپ نہین بنگئی، جبکہ صرف گیارہ سیارے معلوم ہوئے تھے تو (De Morgan) نے کہا تھا کہ ان کی منضبط حرکات کو دیکھکر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ نظام سیارگان، ایک دفعہ، اتفاق کا نتیجہ ہے تو ہزار دفعہ مقصد کے ماتحت ہے، اور واضح ہو کہ یہ نظام سیارگان، نظام عالم کا ایک ادنیٰ حصہ ہی اور اب جب کہ حقایق اشیا بے نقاب ہوتی جارہی ہین کسی فلاسفر کا یہ ادعا کہ یہ نظام محض اتفاق کا نتیجہ ہے، سراسر جہالت اور تعصب اور ناحق کوشی ہے،

علاوہ اس مقصد کے جو عالم اور اس کے تموجات مین آشکار ہے اور شواہد بھی ہین جو اس امر پر دال ہین، دنیا کا کارخانہ نہ خود بخود چل رہا ہی، نہ اتفاق کی بنا پر چل رہا ہے بلکہ ایک زبردست حکیم کا ہاتھ کام کر رہا ہے ذلک تقدیر العزیز الحکیم چنانچہ لینگ (Lange) کہتا ہے کہ سائنس کی ابجد یہ ہے کہ دنیا، مربوط اور منتظم ہے، اور اس کے واقعات و مظاہر مختلفہ عقل و حکمت پر مبنی ہین، ہم واقعات عالم کی تشریح اور توضیح کر سکتے ہین اور ظاہر ہے کہ تشریح اسی بات کی کیجا سکتی ہی جو قابل تشریح ہو، عقل اسی کا ادراک و احاطہ کر سکتی ہے جو معقول ہو، عقل مین آنے کے لائق ہو، چنانچہ بیوقوف اور لایعقل کے حرکات و سکنات کی تشریح کوئی فلسفی خواہ کیسا ہی بڑا عالم کیون نہ ہو، مطلق نہین کر سکتا، کیون؟ محض اسی لئے کہ اس کے حرکات و افعال ارادہ و عقل کے تحت ظہور پذیر نہین ہوتے، پاگل کے اقوال عقل کی رسائی سے ورا الورا ہین کیون؟ اسی لئے کہ وہ مہمل اور غیر قابل تشریح اور غیر معقول ہین، اسی طرح اگر فطرت یا نیچر مہمل ہوتی تو دنیا مین کسی فلسفی یا سائنس دان کا وجود ہی نہ ہوتا، نہ کوئی علم پیدا ہوتا نہ فن، سائنس کا وجود



خود ہستی باری تعالیٰ پر ایک کھلی دلیل ہے جس سے وہی انکار کر سکتا ہے جسکی آنکھ بند ہون، لہذا اگر یہ مسلم ہے کہ نظام عالم قابل تفہیم و تفہم ہے تو ضرور کسی صاحب عقل اور ذی شعور ہستی کا بنایا ہوا ہے یہ ثابت ہو چکا کہ مادہ محض بے شعور ہے، لہذا کوئی ہستی صاحب عقل و شعور ضرور موجود ہے اسے خواہ خدا کہو یا رب العلمین گاڈ کہو یا فادر، رام کہو یا ایشر، علۃ العلل کہو یا فرسٹ کاز (First Cause) واجب الوجود کہو یا موجود حقیقی، یا حضرت اسپنسر کے ہمنوا ہو کر (Unknowable absolute) غیر معلوم وجود مطلق کہو جب اس نظام پر غور کیا تو بڑے بڑے ملحدون، لاادریون اور دہریون کو اقرار کرنا پڑا کہ پردے کے اندر ضرور کوئی ہے، ؎

دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے ۔۔۔ انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا،

یہ دوسری بات ہے کہ اس مقدس ذات سے کسی کو خواہ مخواہ کا عناد ہو اور اس کا نام نہ لے، مگر نظام عالم کی علت کسی نہ کسی کو ضرور ماننا پڑتا ہے،

کسی نے کہا وہ قدرت مطلق ([illegible]) ہے کسی نے کہا وہ علت اولی ہے کسی نے کہا وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، کسی نے مطمح نظر ایک ذی شعور اور حکیم کو بنایا، کسی نے اپنی جہالت کے باعث ایک بے شعور شے یعنی مادہ کو خدا بنایا مگر انکار نہ ہو سکا، سمجھ اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی، اس مین کسی کا کیا قصور؟

کیپلر ([illegible]) نے جب قانون حرکت سیارگان دریافت کیا تو بے اختیار پکار اٹھا، "اے خدا! لاف آف نیچر (قوانین فطرت) مجھے تیری یاد دلاتے ہین، اور تجھے یاد کرتا ہون تو تیرے قوانین سامنے آجاتے ہین" مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارخانۂ عالم ایک مقصد کے ماتحت تو نے بنایا ہے، اس نظام عالم کوئی لایعنی اور فضول شے نہین گویا کیپلر نے ربنا ما خلقت ھذا باطلا پر علی رؤس الاشہاد گواہی دیدی

نہ صرف سائنس بلکہ فلسفہ بھی یہی کہتا ہے کہ یہ نظام آپ سے آپ پیدا نہین ہوا، اس کا بنانے والا ایک حکیم اور مدبر الامور وجود ہے، موجودہ زمانہ کے افلاطون اور ارسطو یعنی کانٹ اور ہیگل دونون کی تصنیفات

سے ثابت ہوتا ہے کہ نظام عالم ایک صاحب شعور اور مدبر الامور ہستی کے ماتحت ہے، اور ظاہر ہے کہ مادہ ان صفات سے معرا ہے، اور ان دونون نے یہ امر بوضاحت ثابت کیا ہے کہ ہماری محدود عقل، ایک غیر محدود عقل کی متقاضی ہے، ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ اس امر پر دال ہے کہ ایک غیر محدود طاقت دنیا مین کام کر رہی ہے، اسکے لئے اُن کی تصنیفات کا مطالعہ لازمی ہے دوسری بات غور طلب یہ ہے کہ دنیا ترقی پذیر ہے (PROGRESSINE) اور اس کے ثبوت مین یہ کہنا کافی ہے کہ سائنس کا آخری فیصلہ یہ ہے کہ دنیا مین ارتقا جاری وساری ہے، ہر شے بہتری کی طرف ترقی کر رہی ہے، یہ مسئلہ ارتقا جسکے متعلق پہلے یہ خیال تھا کہ اس سے خدا کی ہستی پر زد پڑتی ہے، اب ہمارا معاون اور مددگار ہے، غور کیجئے دنیا مین ہر شے بہتری کی طرف گامزن ہے، یہ ارتقا کا آخری اور انتہائی فیصلہ ہے، بہتری کی طرف قدم اٹھانا، مادہ کا کام نہین ہو سکتا، اس لئے کہ وہ تو بے شعور ہے ہان بہتری کا تصور ایک حکیم اور صاحب عقل ہستی کی طرف رہنمائی ضرور کرتا ہے، جس نے مادہ کے اندر ایسی قابلیت رکھی کہ وہ بہتری کی طرف گامزن ہو، اگر حرکات (کیونکہ ترقی ایک حرکت ہے) ایک بے شعور اور لاتعقل ذات سے سرزد ہوتی ہین تو اگر ایک دفعہ ترقی کی جانب رخ ہوگا تو ہزار دفعہ تنزل کی جانب، خود ترقی اور بہتری کا تصور ہی اس امر پر دال ہے کہ عالم کی باگ کسی سمجھدار ہستی کے ہاتھ مین ہے جو برے بھلے مین تمیز کر سکتی ہے، مادہ تو بے شعور ہے، وہ بھلا یہ امتیاز کیسے کر سکتا ہے کہ برائی کو ترک کرکے بھلائی کی طرف اور ادنی حالت کو ترک کرکے اعلی حالت کی طرف رخ کرے،

اگر تم اپنے چارون طرف مصائب اور آفات دیکھتے ہو تو یہ خیال کرتے ہو کہ خدا ہمسے بے پرواہ ہے لیکن یہی مسئلہ ارتقا اس موقع پر ہماری ہمت افزائی کرتا ہے، کیونکہ ارتقا مسلسل ترقی کا دوسرا نام ہے، ارتقا ہمین بتاتا ہے کہ خدا اس معنی مین قادر مطلق نہین کہ مثلث کو دائرہ بنا دے دو اور دو کو پانچ کر دے ایک شے کو ایک ہی وقت مین نیست اور ہست کر دے، بلکہ دنیا کے نقائص رفتہ رفتہ دور ہوتے جاتے ہین



اور عالم بحیثیت مجموعی ترقی پذیر ہے،

ممکن ہے کہ اس جگہ کوئی یہ سوال کرے کہ خدا کے لئے قیود کیسی؟ مطلق کس طرح مقید ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیود کو ہم لوگون نے ایک مذموم شے سمجھ رکھا ہے، قید کبھی کبھی کمال کی نشانی بھی تو ہوتی ہے، آخر نظم، نثر سے کیون بہتر اور دلچسپ تر ہوتی ہے؟ محض قوافی کی قیود کی وجہ سے، نیک آدمی کی زندگی، بد کی زندگی سے کیون بہتر ہوتی ہے؟ محض ضمیر کی قیود کی وجہ سے، ایک بدمعاش کے لئے بہت سی باتین ممکن ہین جو ایک نیک بدمعاش کے لئے ناممکن ہین، یا یون سمجھو کہ وہ ان پر قادر تو ہے مگر ان پر عامل نہین ہوتا، پس یہ بھی قید ہوئی جو اس نیک نے اپنے اوپر عائد کی ہے، اسی طرح بہت سی باتین شیطان کے لئے ممکن ہین جو خدا کے لئے ممکن نہین، خدا جھوٹ نہین بول سکتا، اپنے کو فنا نہین کر سکتا، اپنا مثل پیدا نہین کر سکتا وغیرہ وغیرہ، یہ سب قیود ہین مگر اس سے خدا پر کوئی الزام نہین آتا، حقیقت یہ ہے کہ غیر محدود عقل اور غیر محدود نیکی کا تقاضا یہ ہے کہ غیر محدود قیود بھی ہون، جب ہم یہ کہتے ہین کہ خدا کوئی برا کام نہین کر سکتا ہے تو اس کے معنی یہ نہین کہ خدا مجبور ہے بلکہ اس نے اپنے اوپر اخلاقی قیود عاید کر لی ہین، اس کے علاوہ بعض قیود از قبیل ہندسہ بھی ہوتی ہین اور ایسی قیود سے کوئی صاحب عقل بری نہین، کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ خدا ایسا مثلث بنا سکتا ہے جس مین صرف دو اضلاع ہون، اور فرضاً یہ قوت ہے تو سوال یہ ہے کہ موجودہ حالت اور ہماری موجودہ ذہنی ترکیب کے ہوتے ہوئے خدا ایسا کرے گا؟ ہرگز نہین، خدا کے لئے ممکن ہے کہ اگر وہ چاہے اس نظام کو درہم برہم کردے اور دوسرا نظام لاکھڑا کرے، لیکن جب تک موجودہ نظام قائم ہے اس مین مثلث کے لئے تین ضلع ہونا لازمی ہین، بیشک ایک قابل شخص ایک مہمل کتاب لکھ سکتا ہے مگر سوال یہ ہے کیا وہ ایسا کرے گا؟ پس کیا خدا ایسا کام کرے گا جو اسکے شایان شان نہ ہو؟ ہرگز نہین کیونکہ ایسے مذموم افعال سے اسکی قابلیت کا ابطال ہوتا ہے، جو شخص جس قدر عقلمند ہے بیوقوفی کے ظہور کا احتمال اسی قدر بعید ہے، پس وہ خدا جس نے اصول ہندسی منضبط

کے ہین، کبھی ان اصولون کے خلاف کرنا پسند نہ کرے گا، کیونکہ وہ امور منافیٔ کمال ہونگے، پس اس اصول کے ماتحت دیکھو کہ خدانے موجودہ دنیا، قابلیت کے ساتھ بنائی ہے اور یقیناً بہترین دنیا ہے اگراس مین تکالیف اور خاہرالنقائص نہ ہوتے تو بہترین نہوتی کیونکہ خدا وہی کریگا جواس کے شایان شان ہے، اگرایک عقلمند انسان بیوقوفی سے محترز ہے اور حتی الوسع اعلیٰ ترین کام کرتا ہے تو خدا بھی بدرجہا زیادہ اس اصول پر کاربند ہی دیکھو بعض اوقات چھوٹی چھوٹی تکالیف بڑی تکالیف سے بچنے کا سبب ہو جاتی ہین، اگر بعادات کے ساتھ تکالیف اور نقصان ملزوم نہ ہوتے تو یہ دنیا کب کی ختم ہو چکی ہوتی، تکالیف کا وجود بیکار نہین یہ بھی ایک مقصد کے ماتحت ہے، فرض کرو کہ آگ مین جلنے سے تکلیف اور نقصان نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ قبل تکلیف کا احساس ہونے کے، ہم مرچکا کرتے، لیکن آگ سے تکلیف ہوتی ہے اور یہ تکلیف ہمارے لئے آگاہی کا سبب ہو جاتی ہے کہ ہم آگ سے اپنے آپ کو بچا دین، اگر تندرستی کے جاتے رہنے سے تکلیف لاحق حال نہ ہوتی، تو پھر تندرستی کو قائم رکھنے کے واسطے اور کون سا محرک اس قدر مفید ہوتا؟ اگر گناہ کے بعد دل مین تکلیف پیدا نہ ہوا کرتی تو گناہ کس قدر عام ہوتا، پس غور سے دیکھو تو یہ ( Pain ) تکلیف ہمارے لئے عین راحت ہے، مصائب کا ہجوم ہمارے اندر، حفاظت خود اختیاری، خودداری، ہمت، عزم، استقلال اور صبر جیسی اعلیٰ صفات پیدا کرتا ہے، اس مین کوئی شک نہین کہ قوانین فطرت اٹل ہین، اور یقیناً (unalterable) مستحیل الفسخ اور ممتنع النقض ہین، قوانین فطرت کسی کی پروا نہین کرتے، آگ کا کام جلانا ہے وہ جلائے گی خواہ ہندو اپنا ہاتھ ڈالے خواہ مسلمان کوئی شخص خواہ کتنا ہی عابد و پرہیزگار اور زاہد شب زندہ دار کیون نہ ہو اگر پانی مین کود پڑے تو تیرنا نہ جاننے کی صورت مین ضرور ڈوب جاوے گا، خدا اپنے قانون کو کبھی نہ توڑے گا، میرا یہ مطلب نہین کہ توڑ نہین سکتا، جب قانون کے بنانے پر قادر ہے تو توڑنے پر بھی ضرور قادر ہے، بلکہ وہ توڑتا نہین کیونکہ اسکی مداخلت سے اس کا اپنا اصول اور نظام ابتر ہو جاتا ہے، پس جب ایک عام آدمی اپنے اصولون کے خلاف افعال نہین کرتا تو



خدائے علیم کس طرح اپنے اصولون پر آپ کلھاڑی چلاویگا مداخلت سے انتظام، امن اور یقین اٹھ جاوے گا کیونکہ ہماری زندگی کے لئے پہلی ضروری چیز یہ ہے کہ ہمین ایک یقین واثق اس امر پر پیدا ہو کہ یکسان اسباب سے یکسان نتائج پیدا ہونگے، اور ظاہر ہے کہ خدا جس نے یہ فطرت اور قوانین فطرت مدون کئے ہین، ان کے بقار و استحکام کا خواہشمند ہو گا نہ کہ انکی بیخکنی کے درپے، اس کے تقدس اور اوسکی حکمۃ بالغہ سے ہرگز یہ امید یہ توقع، یہ احتمال نہین ہوسکتا کہ وہ اپنے اصولون کے خلاف کر کے تلون مزاجی کا عیب اپنے پاک دامن پر لگا دے اور دنیا سے امن کو اٹھا دے اور ہمارے دلون سے یقین کو دور کر کے ہمین تاریکی مین چھوڑ دے، "ایسا کرنے والا" خدا کے معزز نام کا مستحق نہین ہوسکتا، اور نہ ایسے خدا کی عزت اور محبت ہمارے دل مین جاگزین ہوسکتی ہے بلکہ ہماری زندگی ایک تذبذب اور بے چینی اور سخت بے اطمینانی کی حالت مین بسر ہوگی یعنی یہ دنیا، رہنے کے قابل نہ رہے گی، سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، ہمارے اقوال کی تائید استاذ مرحوم علامہ شبلیؒ اور سرسیدؒ کے اقوال اور مذہب سے بدرجۂ اتم ہوتی ہے اور قرآن شریف بھی یہی کہتا ہے لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا، لاتبدیل لخلق اللہ،

## مقالۂ روسو

فرانس کا مشہور علمی و سیاسی انقلاب جن ارباب دماغ کا نتیجہ ہے ان مین روسو کو خاص اہمیت حاصل ہے، دنیا کی اکثر مہذب زبانون مین اسکی تصنیفات کے ترجمے ہوگئے ہین، صاحبزادہ ظفر حسین خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر تعلیمات پیلی بھیت نے اس کے ایک اہم رسالہ کا ترجمہ کیا اور دارالمصنفین نے شائع کیا ہے، اس رسالہ مین روسو نے علوم کی قدر و قیمت پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے، اس لائق ہے کہ اردو دان اصحاب اس کا مطالعہ کرین، قیمت ۸؍

"منیجر"

# بحر ابیض متوسط اور ممالک اٹلی کی اسلامی فتوحات

## سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور علمی اثرات،

## (نوین صدی سے تیرہوین صدی تک)

## (۲)

از

مولوی ابوالحسنات ندوی مرحوم،

قلعے، شاہی محل، امراء کے مکانات، مسجد اور حمام تعمیری حیثیت سے اسلامی شہرون کے یہی زیب وزینت اور سرمایۂ فخرو ناز تھے، اندرون اٹلی مین دریائے جار جلیانو کے دہانہ پر ایک قلعہ چند فصیلون اور متفرق دیوارون کے سوا مسلمانون کے دوسرے تعمیری آثار اب نہین پائے جاتے، لیکن سسلی مین پہلے ان کی نہایت کثرت تھی اور ان کے بہتر سے بہتر نمونے پائے جاتے تھے، لیکن افسوس یہ ہے کہ وہان کے ملکی انقلابات نے ان کے آثار اب اس حد تک مٹا دیئے ہین کہ ان کو دیکھ کر کوئی مہندس ان کا سرسری خاکہ بھی نہین کھینچ سکتا پھر ایک مورخ کا قلم لفظون مین انکی تصویر کیونکر کھینچ سکتا ہے؟ با اینہمہ اسلامی عمارات کے جو کچھ مٹے ہوئے نشانات اب بھی باقی رہ گئے ہین عربون کی تمدنی عظمت کے بیان مین ان کا ذکر ناگزیر ہے،

سیاح ابن جبیر کا بیان ہے کہ ہمارا جہاز شہر شرمہ کی بندرگاہ مین آکر ٹھہرا اور ہم اتر پڑے یہ شہر دریا سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ گویا وہ دریا کی آغوش مین ہے، اس مین مسلمانون کی آبادی ایک ہی جگہ ہے اور اس مین انکی متعدد مسجدین ہین، ابن جبیر اس شہر سے بالرمہ جانے کے لئے پیدل روانہ ہوئے وہ لکھتے ہین



کہ ہم شہر سے نکل کر ایک کوس آگے بڑھے ہونگے کہ سر راہ ہمین ایک عظیم الشان قصر نظر آیا اس قصر کا نام قصر سعد ہے، عمارت نہایت مضبوط، مستحکم اور شاندار بالکل لب دریا واقع ہے قصر کی عمارت قدیم وضع کی ہے اور اسکے چارون طرف کثرت سے بزرگان اسلام کے مقبرے ہین، قصر کے سامنے مجنونہ نام ایک نہر بھی ہے قصر کا دروازہ لوہون سے مضبوط کیا گیا ہے اور اندر وسیع کمرے اور ہال ہین، قصر کے بالائی حصہ مین ایک لمبی سی مسجد ہے جسکی دیوار مین جابجا خم ہین اس کے فرش مین بہترین پتھر لگائے گئے ہین، مسجد کے اندر رنگ رنگ کے شیشون کی چالیس قندیلین لٹکی ہوئی ہین، اسی قصر کے متصل تقریبًا ایک میل کے فاصلہ پر ایک اور قصر قصر جعفر نام ہے اس قصر کے اندر نہایت شیرین پانی کا حوض ہے،

ابن جبیر بالرمہ پایۂ تخت سسلی کی آبادی اور عمارات کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہین، اس شہر مین مسلمانون کے آثار بہت موجود ہین، یہان مسلمانون کی آبادیان الگ ہین، بازار تمامتر انھی سے آباد ہے اور تجارت بالکل ان کے قبضہ مین ہے، یہان بیشمار مسجدین دیکھنے مین آتی ہین اور اکثر مسجدون مین قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام ہے وسط شہر کا حصہ قصر قدیم کے نام سے مشہور ہے، اور یہ بہت کچھ قرطبہ سے مشابہ ہے، بالرمہ سے روانہ ہو کر ابن جبیر شہر اطرابنش پہنچے، لکھتے ہین کہ اس شہر مین مسلمانون کی آبادی ہے اور یہان ان کی متعدد مسجدین ہین اس سے متصل ایک پہاڑ جبل حامد نام ہے، جہان کھیت، باغ اور انگور کے بیشمار درخت ہین، بیان کیا جاتا ہے کہ جبل حامد مین تقریبًا چار سو چشمے ہین"

غالبًا ابن جبیر نے اطرابنش سے وہی مراد لیا ہے جسکو انگریزی رسم خط مین (TRAPANI) ٹراپانی لکھتے ہین اگر یہ خیال صحیح ہے تب تو اطرابنش ورنہ ٹراپانی مین مسلمانون کے عہد حکومت کا ایک برج ابتک باقی ہے، بالرمہ سے تقریبًا سینتالیس میل پر سیفالو نام ایک آبادی ہے اس آبادی کی پہاڑی پر مسلمانون کے قلعہ کے کھنڈر ابھی تک موجود ہین، مسینا سے تقریبًا تیس میل جنوب مغرب مین تاروینا نام ایک مقام ہے جہان آبادی کے چارون طرف مسلمانون کی بنائی ہوئی فصیل اور قرون متوسط کے بہت سے مسلمان امیرون کے شاندار مکانات

اپنی شکستہ حالت مین باقی ہین، کاسترو جیوفانی اب ویران ہے اور اس کے قدیم آثار مٹ چکے ہین صرف اسلامی
عہد حکومت کا ایک قلعہ اور چند شکستہ عمارتین اب تک باقی رہگئی ہین،

ان منتشر عمارتون کے اجمالی بیان کے بعد ایک یورپی مصنف مسٹر اسکاٹ کا خاص پایہ تخت پالرمو سے متعلق
بیان سننا چاہیئے وہ لکھتا ہے،

"کوئی ایسا ذریعہ نہین ہے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ پالرمو کی آبادی کیا تھی؟ بہرحال کئی لاکھ نفوس کی آبادی
ہونے مین توشک نہین، کیونکہ یہان صرف مسلمانون کی پانچسو مسجدین تھین، عیسائیون کی آبادی مسلمانون کے تناسب
سے تمام جزیرہ مین ہر جگہ زیادہ نہین توان کے نصف ضرور ہوتی تھی، مسلمانون کی مسجدون مین سے زیادہ مسجدون
کی عمارتین عالیشان تھین، ان کے زیب وزینت کے قیمتی اسباب وسامان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہان کے
بادشاہ اور امرا نہایت کشادہ دل، اور عوام الناس بہت دیندار تھے، بعض مسجدین بہت بڑی تھین، ان مین
سب سے بڑی جامع مسجد تھی جہان سات ہزار آدمی بہت آسانی کے ساتھ نماز پڑھ سکتے تھے، بعض امراء کے گھرون
مین ان کے متوسلین ومتعلقین کی عبادت کے لئے خاص مسجدین ہوتی تھین، ہان: صرف مسجدین ہی وہ عمارات
نہ تھین جہان مسلمانان پالرمو کے تکلف وشان وعظمت وشوکت کے مناظر دکھائی دیتے تھے، بلکہ دولتمند
اور بڑے آدمیون کے مکانات ایسے ہوتے تھے کہ انکی نظیر قرطبہ کے سوا کسی اور شہر مین نہ مل سکتی تھی، جو صنعت
ونزاکت ان عمارتون پر صرف کیگئی تھی وہ واقعی اس مسالے اور ان قیمتی پتھرون کے لئے شایان تھی جن سے
وہ بنائی گئی تھین، دیوارین مختلف رنگ کے پتھرون کی ہوتی تھین، تمام فرش مین قیمتی پتھرون کی پچکاری
کیجاتی تھی، چھتون مین پرپیچ وضع کے ہندسی قاعدہ کے مطابق پھول بوٹے بنے ہوئے تھے، جگہ جگہ انکو مختلف
رنگون سے مزین کیا جاتا یا اس مین سونے کا کام ہوتا تھا، صحنون مین عموماً خوشبودار پھولون کے درخت ہوتے
تھے جن سے مکان طبلۂ عطار بنا رہتا تھا، صحرائے افریقہ اور بادیۂ عرب کی سب سے بڑی نعمت پانی ہے جس کے
ساتھ عربون کو ہر جگہ بہت اعتنا رہا ہے، یہان بھی چپہ چپہ پر پانی نظر آتا تھا، پہاڑون مین جدھر دیکھو بڑی



بڑی محرابون کے پل پانی کے لئے دکھائی دیتے تھے، نہرین تھین کہ ہر بڑی عمارت کے خانہ باغ اور چمن مین پھرتی تھین
زمانۂ قدیم کی قسم کے فوارے تھے کہ ہر سیرگاہ اور سرسبز مقام مین اچھل رہے تھے جن سے ہوا مین خنکی پیدا ہوجاتی
تھی اور آنے والے جانیوالے لوگون کی پیاس بجھانے کا بڑا کام نکلتا تھا، شہر مین مشرق سے مغرب تک منڈیان
بنی ہوئی تھین تمام بازار کشادہ اور وسیع تھے اور ان مین پتھرون کا صاف شفاف فرش تھا، دکانون مین
بیش قیمت مال تجارت بھرا رہتا تھا، وسط شہر مین بادشاہی محل اور قلعہ تھا، یہین بادشاہ دربار کرتا تھا یہین
جہازون سے مال اُتار کر رکھنے کے لئے محفوظ مکانات بنے ہوئے تھے اور یہین مسافرون کے لئے کاروانسرا
تھی، قرطبہ کی طرح پالرمو کی آبادی کے بھی پانچ حصے تھے اور اگر ان مین سے ہر حصہ کے صدر دروازے بند
کرلئے جاتے تو ایک کو دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہین رہتا تھا، تمام مکانات پتھر کے تھے، جن کے جوڑ
نہایت احتیاط اور خوبصورتی کے ساتھ ملائے گئے تھے، تمام کوچہ وبازار مین روشنی ہوتی تھی"،

اس بیان مین سسلی کے اسلامی تمدن کی عظمت وشان کی ایک دھندلی تصویر نظر آسکتی ہے لیکن
اب اس بیان کے خاتمہ پر مسٹر اسکاٹ ہی کے الفاظ مین ہم اسکی تباہی وبربادی کا مرقع بھی دکھانا چاہتے ہین
مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین،

"باشان وشوکت محلات، حمام اور مساجد جو مسلمانون کے شہرون کے زیب وزینت تھے، اب بدقسمتی
سے ایک بھی باقی نہین ان کا نام ونشان تک مٹ گیا، قرون متوسطہ کی نصرانی جہالت وتعصب
اور سنگدلی کی کچھ نشانیان ٹوٹے پھوٹے کتبون کی شکل مین کہین کہین ملجاتی ہین جو اہل سسلی کی
شان وشوکت اور صولت وعظمت کے مجسم ثبوت ہین، دنیا بھر کی کسی قوم کے آثار ایسے کامل طور پر اور
ایسے باقاعدہ طریقہ سے کہین نہین مٹائے گئے جیسے کہ مسلمانان سسلی کے، شاہان نارمن کے زمانہ
کی وہ عمارتین جو باقی ہین ان کا طرز تعمیر، سجاوٹ، اور خوش اسلوبی قابل دید ہے گو یہ اس زمانہ
کی بنی ہوئی ہین جب کہ اسلامی تمدن کے عام ضعف واضمحلال کی وجہ سے فن تعمیر مین بھی انحطاط شروع

ہوچکا تھا، مگر بہرحال اب بھی وہ تین عمارتین وعمارتین مین جنپر اسلامی پالرمو کی عمارتون کی شان وشوکت کا قیاس کیا جا سکتا ہی"

سیاسی، معاشرتی اور تمدنی اثرات کی تشریح وتوضیح کے بعد اب ہمین صرف علمی اثرات کا دکھانا باقی رہ گیا ہے، چونکہ ان علاقون مین مسلمانون کی پرامن حکومت بہت کم مدت تک قائم رہی زیادہ زمانہ جنگ وجدال ہی مین گذرا اسلئے یہان کی مفصل تمدنی وعلمی تاریخ پر عام لوگون کی نگاہین نہین پڑتین، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ یہانکی تمدنی وعلمی ترقیان اس زمانہ کے دوسرے ترقی یافتہ اسلامی ممالک سے کسی طرح کم نہ تھین، بلکہ اس خصوصیت مین کہ یہان کے مسلمانون کی علمی وتمدنی ترقیون کا جب یورپ کی جہالت و وحشت سے احتکاک ہوا تو اس سے وہ چنگاریان پیدا ہوئین جنھون نے بالآخر یورپ کی تاریکیون کا خاتمہ کردیا ان کا اندلس کے سوا کوئی دوسرا ملک حریف وہمسر نہین مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے کہ "ریاضیات مین سسلی کے عربون نے وہ کمال حاصل کیا کہ جب سے اسکندریہ کے فلسفیون کا مذہب قائم ہوا اس وقت سے لیکر ان کے زمانہ تک کی کوئی قوم انکی گرد تک نہین پہنچ سکی، انھون نے اسکندریہ کے علوم کے بڑے حصہ کو نہایت کمال ومہارت کے ساتھ خود حاصل کیا اور خوبی کے ساتھ وراثتًہ بعد کی نسل تک پہنچایا، سسلی کے عرب مہندسون نے تجربی علم ہندسہ سے آلات المبار کو ترقی دی، آلات جنگ بنائے اور ان کو پہلے سے کہین زیادہ قوت دی، علم ہیئت کو ایسی ترقی ووسعت دی جس سے بحری سفر مین آسانیان پیدا ہوگئین، ان کے علاوہ اور ہزارون ایسی اختراعین اور ایجادین کردین جنسے کاروبار زندگی مین بھی بہت سہولتین پیدا ہوگئین، مسلمانان قرون متوسطہ نے ارسطو کے اصول کیطرف قابل ذکر میلان ظاہر کیا، اس وقت سسلی مین اقلیدس اور بطلیموس کی کتابین ان تعلیم گاہون مین پڑھائی جاتی تھین جو پالرمو اور مسینا مین قائم تھین، بطلیموس کے قواعد صرف ونحو، جغرافیہ اور علم نور البصر صرف مسلمانون کی وجہ سے بچ سکے ورنہ پادریون کی نگاہ لطف انکی طرف بھی ہوچکی تھی"

جنوبی یورپ مین عربون اور ان کے شاگرد رشید ہیو دیون نے جزیرہ سسلی اور خود اندرون اٹلی کے



شہر سالرنو، تارنٹم اور باری مین متعدد اسکول اور کالج قائم کر رکھے تھے جہان فلسفہ اور سائنس کی تعلیم دیجاتی تھی، چنانچہ سالرنو کالج مین عربی، یونانی، اور عبرانی کے اساتذہ پہلو بہ پہلو ان تین مختلف زبانون مین درس دیتے تھے، ان کے علاوہ مانٹ پلیئر مین بھی عرب اندلس کے شاگرد یہودیون کی قائم کی ہوئی یونیورسٹی تھی اور یہی یونیورسٹی فرانس کی راہ سے یورپ مین [١] ترقی علوم وفنون کا ذریعہ ہوئی، سالرنو کالج کا کسی قدر مفصل تذکرہ آگے آتا ہی،

مشہور عرب جغرافیہ نویس ادریس گو ایک شاہی خاندان کے رکن تھے لیکن آج دنیا ان کو سسلی کے ایک عالم کی حیثیت سے جانتی ہے انھون نے سسلی کے عیسائی (نارمن) بادشاہ راجر ثانی کے لئے ایک ایسا سطح کرہ بنایا تھا جس سے سطح ارضی وسماوی دونون کی کیفیتین معلوم ہوتی تھین، ہم اس موقع پر علامہ ادریسی کے فضل وکمال کی خود تشریح کرنے کے عوض ان کے متعلق یوروپین مصنف مسٹر اسکاٹ کے پرجوش مگر حرف بحرف صحیح بیان کا نقل کردینا کافی سمجھتے ہین، وہ لکھتا ہی:-

"ادریسی نے اپنی قابل قدر کتاب راجر ثانی کے زمانہ مین لکھی تھی اہل عرب کے دماغ طبعی وارضی جغرافیہ کے لیے خصوصیت کے ساتھ نہایت موزون تھے، ادریسی نے جو کچھ اپنے جغرافیہ مین لکھا ہے اس کا بیشتر حصہ خود ان مقامات کو دیکھکر لکھا ہی وہ خود ان جنگون مین شریک رہ چکے تھے جو اس وقت مہذب ممالک کی سرحدون پر ہوئین، تاجر کی حیثیت سے انھون نے قافلون کے ساتھ بڑے بڑے میدانون کو طے کیا اونچے اونچے پہاڑون کو دیکھا، خوفناک دریاؤن کو عبور کیا حاجی کی حیثیت سے انھون نے گہوارۂ اسلام اور منبع توحید (عرب) کی زیارت کی طالب علم کی حیثیت سے اور تفحص علمی کے شوق مین وہ اجنبی ممالک مین رہے اور عجیب وغریب لوگون سے ملے، ایشیا اور یورپ کے بڑے بڑے دار السلطنتون کے لوگ ان کو جانتے تھے، دریائے ڈوڈرو سے لیکر دریائے سندھ اور سواحل بالٹک سے لیکر دریائے نیل کے منبع تک کے تمام مقامات اور میدان ان کے جولانگاہ رہ چکے تھے، غرض اسی جغرافیہ نویس

[١] سوانح ابن رشد مصنفہ مولانا یونس مرحوم فرنگی محل

عرب کی یہ خصوصیات تھیں جنکی وجہ سے اگر وہ کسی مجمع کے سامنے اپنے تجربات سفر بیان کرتے تو اپنے
چشم دید حالات اور ممالک و بلاد کی تصویر کھینچ دیتے تھے، اگر طالب علمون کی جماعت کے سامنے زمین
کے طبعی حالات، بحر و بر کی تقسیم اور ان کا مقابلہ کر کے کرۂ ارضی کی تشریح کرتے تو ان کے معلومات مین
بڑا اضافہ کر دیتے تھے، ادریسی کی یہ کتاب ایسا خزانہ ہے جسکو کبھی زوال نہین، یہ کتاب مصنف کے روشن
دماغ، مصنف کے تجربات، مصنف کی محنت اور مصنف کی تحقیق و تنقید کی غیر فنا پذیر شہادت ہے، اس
کتاب کی صحت کے لئے یہ امر کافی ضمانت ہے کہ مصنف سائنس کے بہت بڑے عالم تھے، اس کتاب نے
اس بادشاہ کے نام کو بھی روشن اور زندہ کر دیا جسکی درخواست پر یہ لکھی گئی تھی،

علم الآلات مین مسلمانان سسلی کی ترقیان دوسرون سے کم رتبہ نہ تھین چنانچہ پانی کو ایک جگہ سے دوسری
جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے کے لئے وہان کے آلات بھی ویسے ہی مکمل تھے جیسے اس زمانہ کے دوسرے
ترقی یافتہ خشک ممالک کے تھے جہان مصنوعی ذرائع آب پاشی کی ضرورت پڑتی ہے سسلی مین ہر دریا اور نہر کے کنارے
اس قسم کی سیکڑون کلین لگی رہتی تھین، ان کلون کے پہیون کو حرکت دینے مین دریا کے پانی سے کام لیا جاتا
تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے بھی انھون نے اختراعین کی تھین، چنانچہ راجر ثانی
کے وقت کی یادگار ایک پن گھڑی باقی رہگئی ہے جس پر اس کا نام کھدا ہوا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ صنعت اور صحیح وقت بتلانے مین وہ اس گھڑی کے برابر تھی جو ہارون الرشید نے تحفۃً شارلیمن کو بھیجی تھی،
بہت سے اصطرلاب جواب تک یورپ کے عجائب خانہ مین موجود ہین کوئی شبہہ نہین ہو سکتا کہ ان مین کے
بہت سے سسلی کے بنے ہوئے ہین،

ابولیث ایک مشہور انجنیر اور معمار تھے، جنھون نے سسلی ہی مین ان فنون کو حاصل کیا تھا، اشبیلیہ کی مشہور
جامع مسجد جو بارھوین صدی عیسوی مین بنی یہ اسکی تعمیر مین شریک تھے وہان کے مینار جو ملمع کئے ہوے گنبدون
(ف)

لہ ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ مصنفہ مسٹر اسکاٹ،



شکل مین ہین اور غیر معمولی طور پر بہت بڑے ہین جنکی خوبصورتی اور موزونیت دیکھکر سیاح حیران رہجاتے ہین انکو
ابولیث ہی نے اپنی نگرانی مین ڈھلوایا اور اتنی بلندی پر رکھا تھا،

ادبی ترقیون کے سلسلہ مین مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین کہ شاہان سسلی کی قدر شناسی سے سائنس نے جو ترقی کی
علم ادب کی ترقیان ان سے زیادہ شاندار ہین، کامل ایک صدی تک دربار پالرمہ ان علماء کی ادبی قابلیت کی وجہ
سے بہت مشہور رہا جو وہان کی شہرت اور وہان کے لطف صحبت ادبی سنکر کھچے چلے آتے تھے، یہان کے لوگون
کو ادب جاہلیت کے ساتھ بھی اعتناء تھا، جاہلیت کے قصائد اور نظمین نہ صرف پالرمہ بلکہ اس کے ہمسایہ روما
تک مین قدیم شان اور لب و لہجہ مین پڑھی جاتی تھین اور مسلم اور غیر مسلم سبھی تحسین و آفرین کرتے اور داد دیتے تھے،
یورپ ایک مدت تک عربون کی تہذیب و تمدن کو حیرت کی نگاہون سے دیکھتا رہا لیکن بالآخر رفتہ رفتہ جب اسکی
حیرت ختم ہوئی تو وہ عربون سے ان چیزون کو سیکھنے اور حاصل کرنے لگا، عربون سے یورپ کی تحصیل علم و فن اور اخذ
تمدن و تہذیب کا سب سے زیادہ قابل ذکر اور روشن زمانہ فریڈرک ثانی کا زمانہ ہے، اسلیے ہم اپنے اس مضمون کو
اسی زمانہ کے ایک سرسری تذکرہ پر ختم کرتے ہین،

جنگ صلیبی کے زمانہ مین ایک عرب ادیب نے جب فریڈرک ثانی کو بیت المقدس مین دیکھا تو یہ مشہور
جملہ کہا تھا کہ

انہ لو عرض فی دار الرقیق لا یباع ۔ اگر یہ غلامون کے بازار مین لایا جائے تو دو سو درہم سے زیادہ
باکثر من مائتی درہم ، اسکی قیمت نہ اٹھیگی،

اس مین شبہہ نہین کہ درحقیقت صورت کے لحاظ سے وہ ایسا ہی تھا لیکن اسکی معنوی قیمت بے اندازہ تھی
یہی وہ شخص ہے جس نے یورپ کو وحشت و جہالت کی تاریکی سے نکالا، صفر تقلید و تعصب کی زنجیرون کو توڑ کر
رکھدیا، علوم و فنون کو ترقی و وسعت دی اور پاپائے روم کے شاہنشاہانہ اقتدار و تسلط کو کمزور بلکہ فنا کر کے
یورپ کو موجودہ علم و ترقی اور مدنیت و تہذیب کی راہ پر لگا دیا، سیاسی حیثیت سے دنیا کے نظام سیاست

مین یہ واقعہ ہمیشہ یادگار رہیگا کہ اس نے سب سے پہلے یورپ مین موجودہ نظام دستوری کا سنگ بنیاد رکھا، انگریزون کا نظام دستوری سب سے زیادہ مکمل اور باقاعدہ سمجھا جاتا ہے، انگریز مورخین و ارباب سیاست تسلیم کرتے ہین کہ انھون نے فریڈرک ثانی ہی کے نظام حکومت سے دستوریت کو اخذ کیا ہے

فریڈرک ثانی بچپن سے عرب علمار کی آغوش مین پرورش پاتا رہا، اسکی مجلسین ہمیشہ عرب علمار و حکمار سے بھری رہین اسلیے عربون کے فیض صحبت سے روشنخیالی و حقیقت پرستی کا مادہ اس مین پیدا ہوگیا وہ عربون کی فضیلت وعظمت کو اچھی طرح سمجھتا تھا اسلیے ان سے نہ صرف محبت رکھتا بلکہ ان کا بیحد ادب و احترام کرتا تھا، عربون نے بھی ایک لائق شاگرد اور عزیز ترین دوست کی طرح اس کے اور اسکی قوم کے ساتھ برتاؤ کیا انھون نے اسکی قوم کو اخلاق و تہذیب کے سبق دیئے، علوم و فنون سکھائے، صنعت و حرفت کی تعلیم دی غرض وہ سب کچھ کیا جو وہ کرسکتے تھے، ہم یہان ترویج علوم و فنون اور ترقی و تمدن و تہذیب کے سلسلہ مین فریڈرک ثانی کے تمام کارنامون کی تفصیل نہین کرسکتے اس لئے صرف چند تعلیمی و علمی چیزون کے تذکرہ پر اکتفا کرین گے ۔

فریڈرک ثانی کا ایک روشن علمی کارنامہ نیپلس یونیورسٹی کا قائم کرنا ہے اس یونیورسٹی مین درس و تدریس کے لیے عربی دنیا سے علما، اور اسلامی دنیا (اندلس مصر اور شام) سے اس نے بہترین علمی تصنیفات طلب کین اور چونکہ اسلامی سلاطین کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات و روابط تھے اسلیے اسکو اُن کے حصول مین کچھ بھی دشواری پیش نہ آئی، اس یونیورسٹی مین یورپ کے دور دراز مقامات سے نصرانی طلبا تحصیل و تکمیل علم کیلیے آتے اور عرب استادون کے آگے زانوے شاگردی تہ کرتے تھے یہ یونیورسٹی یورپ مین توسیع علوم و فنون کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئی، اس مین ہر طبقہ اور درجہ کے لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے جو نادار و مفلس طلبہ تھے ان کے لئے تعلیم بالکل مفت تھی،

لیکن اسکا نیپلس یونیورسٹی کے قائم کرنے سے زیادہ روشن علمی کارنامہ سالرنو کالج کی سرپرستی اور اسکو مزید ترقی دینا ہے، اس کالج کی شہرت و عظمت کے آگے نیپلس یونیورسٹی کا کوئی رتبہ نہ تھا ابتداءً سالرنو کالج صرف



فن طب کا کالج تھا اور اسکو عربون نے آٹھوین صدی عیسوی مین قائم کیا تھا لیکن انھی سیاسی پریشانیون اور بےچینیون نے اس کو ترقی دینے کا موقع نہ دیا اور بالآخر فریڈرک ثانی کے عہد حکومت مین عربون اور یہودیون کی مساعی جمیلہ نے اس کو علم طب کا سرچشمہ اور بہترین مرکز بنا دیا، فریڈرک کے زمانہ مین طب کے علاوہ اس مین فلسفہ کی تعلیم بھی ہونے لگی تھی، طب مین اس کالج کی تعلیم کا مدار بقراط، جالینوس اور فلسفہ مین ارسطو اور ابن رشد کے علاوہ ان جدید تالیفات پر تھا، جو عربون نے کی تھین، طب اور فلسفہ کے ابتدائی خیالات اگرچہ عربون نے یونانیون سے لئے لیکن انھون نے ان کو اس حد تک ترقی دی ہے کہ اب یہ انکی خاص چیزین کہی جاسکتی ہین،

سالرنو کالج مین تعلیم لکچرون کے ذریعہ سے دی جاتی تھی جس طرح آج یورپ کی یونیورسٹیون مین دیجاتی ہے، فن تشریح کا تمامتر دارمدار عملی تجربات و مشاہدات پر تھا، مردون کا چیرنا پھاڑنا گو عیسائیون کے لیے مذہبی خیالات کی بنا پر ممنوع تھا لیکن مسلمانون کے لئے یہ جائز بات تھی اسلئے وہ کرتے تھے اور زیادہ شائق تحقیق عیسائی طلبہ و علمار اکثر چھپ چھپ کر مردون کے چیر پھاڑ مین مسلمان ڈاکٹرون کے ساتھ ہوجاتے تھے ورنہ عموماً وہ بندرون یا اسی طرح کے دوسرے انسانون سے مشابہ تر حیوانات کے چیر پھاڑ سے وہ فن تشریح کو سیکھتے تھے،

اس کالج کا نظام تعلیم انتہا درجہ منظم و مرتب تھا تین برس ابتدائی تعلیم کے تھے جن مین طالب علم فلسفہ اور دوسرے مناسب علوم و فنون پڑھتا تھا اس کے بعد پانچ برس خاص طب کی علمی و عملی تعلیم و تکمیل کے تھے، مردون کی طرح عورتین بھی اس مین تعلیم حاصل کرتی تھین چنانچہ رفقہ، ایبلا، تورتولا مرکوریا وا، اور کونستانزا کولنداپیانکی مشہور سند یافتہ طبیب عورتین گذری ہین،

سب سے زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کالج مین بہت سے طبیب ایسے تھے جو فن طب کی کسی خاص شاخ کے فاضل اور کسی خاص مرض کے ماہر معالج ہوتے تھے، جنکو موجودہ زمانہ مین اسپشلسٹ" (اختصاصی) کہتے ہین چنانچہ ان مین بعض ایسے تھے جو صرف عورتون کے امراض کا علاج کرتے تھے،

بعض ہڈیون کے ٹوٹنے اور جگہ سے ہٹ جانیکا علاج کرتے تھے اور بعض ایسے تھے جو صرف فتق، یا سنگ مثانہ کا علاج کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس کالج مین سنگ مثانہ اور فتق کا علاج نشتر لگا کر بھی کیا جاتا تھا، یہان کے بعض طبیبون نے جڑی بوٹیون کی صرف اس حیثیت سے تحقیق و تفتیش کی کہ اگر حالت صحت مین ان کو استعمال کیا جائے تو انسان کے جسم پر کیا اثر کرینگی چنانچہ انھون نے اپنی تحقیقات کے نتائج کو متعدد مجلدات مین مرتب کیا، اور یہ مجموعہ اولاً (FLOS MEDICINQE SCHOOLRE SALERNI ) کے نام سے مشہور ہوا مگر کچھ دنون بعد اس کا نام (REGIMEN SANI TATIS ) پڑگیا، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس بارہ مین اولیت کا سہرا قرطبہ کے ایک طبیب اسحٰق بن سلیمان متوفی سنہ ۹۵۰ء کے سر ہے انھون نے سالرنو کے طبیبون سے پہلے اس موضوع پر کتاب لکھی تھی اور بالفرض انھون نے پوری کتاب تنہا نہین لکھی تو کم از کم یہ ضرور ہے کہ وہ اسکی تالیف کے اہم اور بڑے حصہ دار تھے، اور سالرنو کے طبیبون کی مذکورہ بالا تالیف اسی کتاب سے ماخوذ تھی،

اس کالج کی وجہ سے سالرنو خاص طبی شہر ہوگیا تھا، حکومت وہان کے دواسازون کی نگرانی کیا کرتی تھی اور معاہدے لیتی تھی کہ وہ دواسازی مین کسی طرح بے پروائی و بے احتیاطی نہ کرین اور اسکی خاص طور پر ممانعت تھی کہ کسب مال مین طبیب اور دواساز شریک ہون سالرنو کے تمام دواخانے قانوناً مجبور تھے، کہ وہ طبی کالج کے قوانین و ہدایات کی پابندی اور اس کے بنائے ہوئے نظام کار پر عمل کرین، شہر مین متعدد خیراتی شفاخانے بھی قائم تھے اور یہ شفاخانے بالکل امویون کے شام اور قرطبہ مین قائم کئے ہوئے شفاخانون کی نقل تھے جنکا ذکر عربی تاریخون مین "مارستانات" کے لفظ سے آتا ہے،

فریڈرک ثانی نے عربون سے کسب علوم و فنون کے لئے جو کوشش کین ان کا ذریعہ صرف یہی دو تعلیم گاہین نہ تھین، بلکہ اس کے لئے اس نے سسلی مین متعدد کتبخانے قائم کئے، ایک دار الترجمہ کی بھی بنیاد

ڈالی جہان ارسطو، بطلیموس اور ابن رشد کی تصنیفات کا ترجمہ کیا جاتا تھا اور یہی ترجمے عربی زبان سے علوم و فنون کے خزانون کے لاطینی زبان مین منتقل ہوجانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئے،

عربون کے فیض صحبت سے خود فریڈرک مین اس قدر فلسفہ کا مذاق پیدا ہوگیا تھا کہ وہ اکثر فلسفیانہ مسائل پر غور و خوض کیا کرتا تھا، اور شکوک و شبہات ہوتے تھے تو اپنے عرب اساتذہ کی طرف مراجعت کرتا اور وہ اسکی تشفی کر دیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اس کو چند مسائل مین شبہہ پیدا ہوا اور وہ اس سے حل نہ ہو سکے تو اس نے انکو لکھکر خلیفۂ اندلس کے یہان بھیجا کہ وہ اپنے یہان کے فلاسفہ سے ان کا جواب لکھوا کر بھیج دین اس زمانہ مین علامہ ابن سبعین اندلس مین فلک معقولات کے آفتاب تھے، اور انکی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی، خلیفۂ وقت نے فریڈرک کے سوالات ان کے پاس بھیجدیئے، علامہ ابن سبعین نے مسائل صقلیہ کے نام سے ان کے جوابات مرتب کئے اور فریڈرک کے پاس بھیجدیئے، مسائل صقلیہ حسب ذیل مسائل پر مشتمل تھا، قدامت عالم، برہان کی وہ کونسی شکل ہے، جو مابعد الطبعیات اور دینیات دونون مین یکسان چل سکے؟، معقولات کی تعداد اور ان کا رتبۂ علمی کیا ہے؟ روح کی ماہیت و حقیقت وغیرہ، فریڈرک کا بیان ہے کہ ابدیت عالم اور ماہیت روح کے متعلق میرے جتنے شکوک و شبہات تھے اس جواب کے بعد وہ سب بالکل رفع ہوگئے،

جنوبی یورپ مین عربون کے داخل ہونے اور انکی فتوحات کی سیاسی و تمدنی تاثیرات کے علاوہ یہی نیپلس یونیورسٹی، مانٹ پلیر یونیورسٹی اور سالرنو کالج تھا جو تیرھوین صدی عیسوی مین موجودہ تمدن یورپ کی تخم ریزی کر رہا تھا، یہ تخم مدتون زمین کے اندر پڑے رہے اور چودھوین پندرھوین صدی عیسوی تک تمام اسلامی علوم و فنون کو یورپ کی مختلف زبانون مین ترجمہ کے ذریعہ سے منتقل کرکے ان کی آبیاری کیجاتی رہی یہانتک کہ بالآخر ضروری مدت گذر جانے کے بعد وہ تخم پھوٹے، بڑھے، پھولے، اور پھلے،



ـــــــــــــــــــــــــــــ

[1] سالرنو کالج کے بعض حالات الہلال مصر فروری سنہ ۱۹۱۱ء کے اس مضمون سے لیے گئے ہین جو حیات فریڈرک ثانی پر لکھا گیا ہے،

[1] سوانح ابن رشد از مولانا یونس صاحب مرحوم فرنگی محلی،

# ایکس ریز یا شعاع رنجنی

## ایجاد موجد

مترجمۂ جناب مولوی حامد حسن صاحب قادری مدرس حلیم اسلامیہ اسکول اڈیٹر اخبار سعید کانپور

کسی شیشے کے ظرف مین ایک جیبی گھڑی رکھکر اس ظرف کو بند کردو اور کان لگاؤ تو گھڑی کی آواز صاف سنائی دیگی، لیکن اگر اس برتن مین سے آلہ ہوا کش کے ذریعہ سے ہوا نکال دو تو کتنے ہی غور سے سنو گھڑی کی آواز مطلق نہ آئے گی،

تمنے برتن مین سے وہ چیز نکال لی جو آواز کو تمھارے کان تک پہنچانے کا ذریعہ تھی یعنی ہوا، آواز کے پیدا ہونے اور سنائی دینے کی تشریح یہ ہے کہ جس چیز سے آواز نکلتی ہے اس مین ایک لرزش یا جنبش پیدا ہوتی ہے، اور یہ لرزش ہوا مین تموج پیدا کرتی ہے، جس طرح تالاب مین پتھر پھینکنے سے لہرین پیدا ہوتی ہین، یہ موجین نہایت سرعت سے ہوا مین سفر کرتی ہوئی کان کے پردے سے متصادم ہوتی ہین اور اس مین لرزش پیدا کرکے دماغ کو اس واقعہ لرزش سے مطلع کرتی ہین، اگر ہوا درمیان مین نہ ہو اور اس مین تموج پیدا نہ ہو تو آواز بھی پیدا نہ ہوگی،

لیکن اس بات پر غور کرو کہ تم کو اس گھڑی کی آواز تو سنائی نہین دیتی لیکن گھڑی شیشے کے ظرف کے اندر بدستور نظر آرہی ہے یعنی آلہ اخراج ہوا ظرف مین سے وہ چیز نہین نکال سکا جس کے اندر روشنی سفر کرتی ہے، اگر کوئی ایسا مکمل آلہ ہوا کش میسر آسکے جو ظرف مین ہوا کی ذراسی مقدار بھی باقی نہ رہنے دے پھر بھی گھڑی برابر نظر آتی رہے گی اور ظرف بلور کی دوسری طرف جو چیزین ہونگی وہ بھی صاف نظر آئین گی،



اس چیز کو جس کے ذریعہ سے روشنی سفر کرتی ہے، "ایتھر" کہتے ہین، ایتھر مین مطلق وزن نہین، کم سے کم ہمارے پاس جو نازک سے نازک آلات وزن ہین ان سے بھی ایتھر کا وزن دریافت نہین ہوسکا اصل یہ ہے اب تک یہی سمجھ مین نہین آیا کہ ایتھر کیا چیز ہے، ہمکو اس کا علم صرف اسکی اس قوت کی وجہ سے ہے جو وہ روشنی ارت، قوت مقناطیس اور بجلی کے لئے ذریعہ سفر ہے، بلکہ واقعہ یون ہے کہ ہم کو ان چارون طاقتون کا علم ی صرف مختلف طول کی امواج ایتھر کے سبب سے ہے،

امواج ایتھر جس قدر طویل ہونگی اسیقدر کم سریع السیر ہونگی، اور جس قدر چھوٹی ہون گی اسیقدر یادہ سرعت کے ساتھ سفر کرینگی، ایک انچ کے چالیس ہزار وین حصہ کے برابر طویل موجین جو پانچسو ارب[1] سکنڈ کی تعداد مین پیدا ہو کر ہماری آنکھ تک پہنچتی ہین سرخ رنگ کے نظر آنے کا باعث ہین اور بنفشی رنگ نے کے لئے ضرور ہے کہ انچ کے اسی ہزار وین حصہ کے برابر ایتھر کی لہرین ایک ہزار ارب فی سکنڈ کی رفتار ہماری آنکھ تک پہنچین،

تم کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ اگر یہ لہرین انچ کے اسی ہزار وین حصے سے بھی چھوٹی اور ایک سکنڈ مین ہزار رب سے بھی زیادہ پیدا ہو کر ہمارے پردہ چشم سے متصادم ہون، تو ہماری آنکھ مین کسی قسم کا احساس پیدا ین کرتین، لیکن صرف ان کے غیر محسوس ہونے کی بنا پر ان کے وجود سے انکار کرنا نادانی ہوگی، واقعہ ہے کہ ایسے نازک آلات کے ذریعہ سے جنکی قوت تاثر واحساس ہماری آنکھ سے بھی زیادہ ہے ہم نہ صرف ان مواج ایتھر کے وجود کو ثابت کرسکتے ہین بلکہ ان سے مفید کام لے سکتے ہین،

لیکن چالیس ہزار وین حصے سے زیادہ طویل اور پانچسو ارب فی سکنڈ سے کم رفتار لہرون کی کیا یفیت ہے؟ کیا ہم ان کو محسوس کرسکتے ہین؟ ہمارا جسم ان کے احساس سے بھی قاصر ہے جب تک وہ بہت ویل نہ ہون اور صرف ایکسو ارب کی رفتار سے نہ پیدا ہون، اس وقت البتہ ہم کو حرارت کی غیر مرئی شعاعون

[1] "پانچسو ارب" کو "پانچ کھرب" کے مقابلے مین اسلیے ترجیح دی کہ عموماً تعداد ارب تک ہی متعارف اور سہل الفہم ہے،

کا احساس ہوتا ہے، ایک لوہے کی سلاخ کو آگ مین سرخ کرو اور جب اسکی سرخی رفع ہو کر سیاہی آجائے تو اپنا ہاتھ اس سے ایک یا دو انچ کے فاصلے پر رکھو، ہاتھ کو گرمی محسوس ہوگی یہ حرارت کی شعاعین نسبتاً زیادہ طویل اور سست رفتار ہوتی ہین،

اب ان امواج ایتھر پر غور کرو جو سرخ، روشنی پیدا کرنے والی اور حرارت پیدا کرنے والی لہرون کے درمیان مین ہین، اس قسم کی سب لہرون کا صحیح اثر و عمل متعین نہین ہو سکا، لیکن ماہران سائنس کی رائے ہے کہ ان مین سے بعض برقی یا مقناطیسی لہرین ہین، برقی لہرون سے ہم بغیر تار کے خبر رسانی مین کام لیتے ہین اور مقناطیسی لہرین وہین جو مقناطیس سے نکلکر لوہے یا فولاد پر اثر کرتی اور اس کو کھینچتی ہین،

بہر حال ایتھر کی ایسی لہرین بھی موجود ہین جو انچ کے اسی ہزاروین حصے سے چھوٹی اور ایکہزار ارب فی سکنڈ سے زیادہ سریع السیر ہین، یہ امواج جب آنکھ پر پڑتی ہین تو کسی قسم کی روشنی کا احساس پیدا نہین کرتین لیکن حیرت انگیز تصاویر منطبع کرنے کی قابلیت اپنے اندر رکھتی ہین، جس کا ذکر آگے آتا ہے،

اب یہ دیکھو کہ ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ روشنی اور بجلی متحد النوع ہین یعنی دونون ایتھر ہی کی مختلف امواج سے پیدا ہوتی ہین، ؟

ایک ثبوت جو تقریباً مسلم ہے یہ ہے کہ روشنی اور بجلی دونون کی ایک ہی رفتار دریافت کیگئی ہے یعنی ایک لاکھ پچاس ہزار میل فی سکنڈ،

دوسرا ثبوت بھی ایسا ہی قابل تسلیم ہے لیکن اس کے لئے ذرا تشریح کی ضرورت ہے، تم جانتے ہو کہ جلا کی ہوئی چیزین ہر سمت مین روشنی کو منعکس کر سکتی ہین، یہ بھی معلوم ہے کہ روشنی کی شعاعین جب پانی یا موٹے شیشے مین سے گذرتی ہین، تو خط مستقیم مین نہین گذرتین بلکہ خم کھا کر گزرتی ہین،



نیز یہ بھی دیکھا ہوگا، کہ ایک محدب یا آتشی شیشے کے ذریعہ سے بہت سی شعاعین ایک نقطہ پر جمع کیجا سکتی ہین، اب مناسب آلات کے ذریعہ سے یہی تینون کیفیتین برقی لہرون مین بھی پیدا کیجا سکتی ہین یعنی وہ ہر طرف منعکس ہو سکتی ہین، خم کھا سکتی ہین، اور ایک نقطہ پر جمع ہو سکتی ہین،

تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ شیشے کے ظرف مین سے جب ہوا نکال لیجاتی ہے تب بھی اس مین ایتھر باقی رہتا ہے، اور اب یہ سنکر تعجب ہوگا کہ ایتھر ظرف کے بند ہونے پر بھی شیشے کے اندر سے گزر کر باہر نکلسکتا اور اندر جا سکتا ہے، بلکہ پیتل کی ملمپ جس پر الہ ہوا کش کا ظرف بطور رکھا ہوتا ہے اس مین بھی نفوذ کر سکتا ہے، بات یہ ہے کہ ہر چیز چھوٹے چھوٹے ذرات کے باہمی اتصال سے بنتی ہے، اور ان مین سے ہر ذرہ ہمیشہ ایتھر سے محاط رہتا ہے، جب کسی چیز کو گرم کیا جاتا ہے تو اس کے ذرات کے اتصال مین پہلے کی نسبت کسی قدر فصل پیدا ہوتا ہے اور وہ زیادہ جگہ گھیرتے ہین، یہی معنی ہین اس چیز کے پھیلنے کے، لیکن ذرات کتنے ہی پھیلین جبتک وہ چیز ٹھوس رہے گی اور سیالی صورت اختیار نہ کرے گی اس کے ذرات کے اندر سے ہوا کا گذر نہین ہو سکتا،

اب یہ بات سمجھ مین آگئی ہوگی کہ روشنی کیونکر شیشے اور شفاف چیزون مین سے گذر سکتی ہے یعنی ایتھر جو ذرات کے درمیان مین موجود ہے، روشنی کو دوسری طرف پہنچا دیتا ہے، یہان ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر چیز کے ذرون مین ایتھر موجود ہے تو اسکی کیا وجہ کہ بعض چیزون مین سے روشنی نہین گذر سکتی، یعنی اگر ایتھر ہی روشنی کی گذرگاہ ہے اور وہ ہر چیز کے اندر موجود ہے تو لوہا بھی روشنی کے لئے شیشے اور پانی کی طرح شفاف ہونا چاہیے، یہ نہایت دلچسپ مسئلہ ہے جو اب تک پوری طرح حل نہین ہوا لیکن اگر اس پر غور کیا جائے کہ ایتھر کی مختلف شعاعون کا مختلف اشیاء پر کیا کیا اثر ہوتا ہے تو یہ مسئلہ کسی قدر حل ہو جاتا ہے،

ایک ٹین کی چادر اپنے اور تیز آگ کے درمیان رکھو تو آگ کی روشنی تمھاری آنکھون تک پہنچیگی

لیکن دیاسلائی کا مصالحہ دار سرا اس ٹین کی چادر پر رکھو گے تو بہت جلد جل اٹھے گا، یعنی اگرچہ ٹین کی چادر نے روشنی کی شعاعون کو روک دیا لیکن حرارت کی شعاعین اسکے بھی باہر ہو گئین،

اب ٹین کی چادر کی جگہ اپنے اور آگ کے درمیان ایک باریک شیشے کا برتن رکھو جس مین پھٹکری اور پانی ملا ہوا بھرا ہو، تم کو آگ صاف نظر آئے گی جسکے معنی یہ ہین کہ روشنی کی شعاعین نفوذ کر رہی ہین لیکن دیاسلائی کا سرا کتنی ہی دیر اس پر لگا رہے ہرگز آگ نہ پکڑے گا، یعنی پھٹکری اور پانی نفوذ حرارت کو مانع ہین،

تمنے ٹیلیگراف کے ستون پر چینی لگی ہوئی دیکھی ہو گی جس پر تار لپیٹے ہوتے ہین، اس کا فائدہ یہ ہے کہ چینی بجلی کی لہر کو تار سے ستون مین اور ستون سے زمین کے اندر جو بجلی کا مخزن ہے منتقل نہین ہونے دیتی اگرچہ چینی کے ذرات بھی ایتھر سے محاط ہین لیکن برقی رو اس مین سے نہین گذر سکتی، شیشہ اور چند دیگر اشیاء اسی طرح بجلی کو بند کرنے کی قوت رکھتی ہین، اس سے ثابت ہوا کہ شیشہ اگرچہ روشنی کے لئے شفاف ہے لیکن بجلی کے لئے نہین،

یہ عجیب فرق جو ایتھر کی مختلف قسم کی شعاعین مختلف اشیاء کے متعلق رکھتی ہین اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہر جسم کے ذرات کا باہمی کم و بیش اتصال و انفصال اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ صرف ایک خاص طول و رفتار کی امواجِ ایتھر اس مین سے گزر سکتی ہین، چنانچہ امواج روشنی شیشے مین نفوذ کر سکتی ہین لیکن ٹین مین نہین، امواج حرارت ٹین مین سے گزر سکتی ہین لیکن پھٹکری اور پانی مین نہین، امواج برقی ٹین یا لکڑی سے پار ہو سکتی ہین لیکن چینی سے نہین،

حال ہی مین یہ دریافت کیا گیا ہے کہ ایتھر کی بعض لہرین ہر ٹھوس چیز کے اندر سے گزر سکتی ہین، اگرچہ یہ ضرور ہے کہ بعض اشیاء مین سے بمقابلہ بعض کے آسانی سے گزرتی ہین، یہ وہ لہرین ہین جو ایک انچ کے اسی ہزار وین حصے سے چھوٹی ہین اور ایک ہزار ارب فی سکنڈ سے بھی زیادہ سرعت سے چلتی ہین



ان کو شعاع نور کہا جائے یا شعاع برق یا اور کچھ، ابھی تک اس کا فیصلہ نہین ہوا، چونکہ یہ قطعی غیر مرئی ہین اسلیے ان کو "روشنی" سے تعبیر کرنا مشکل ہے، لیکن ان کا عمل بالکل روشنی کی شعاعون کی طرح ہوتا ہے،

یہ حیرت انگیز شعاعین پروفیسر ولہم کونریڈ رنتجن نے دریافت کی ہین اور ان کا نام ایکس ریز رکھا ہے اسلئے کہ وہ انکی نوعیت کو متعین نہین کر سکا،

اس انکشاف کے حالات و خصوصیات کے بیان سے قبل صاحب انکشاف کا مختصر ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا، جو دنیا کا بہت بڑا محسن اور تمام عالم کے متفقہ شکریہ کا مستحق ہے،

ولہم کونریڈ رنتجن ۲۳ مارچ ۱۸۴۵ء کو جرمنی کے صوبہ پرشیا مین بمقام لینپ پیدا ہوا اور گویا اس قوم کا ایک فرد ہے جو اپنے غیر متزلزل استقلال، فرض شناسی اور علم و تہذیب کے سبب سے بجا طور پر علم بردار فضیلت و تفوق ہے، ابتدائی تعلیم کے بعد نوجوان رنتجن کو ہالینڈ کی یوٹریخت یونیورسٹی مین بھیجا گیا اس سے بہتر درسگاہ کا انتخاب مشکل تھا، یوٹریخت مرکز تعلیم کی حیثیت سے بہت ممتاز ہے، لیکن یونیورسٹی کی تعلیم کامل و وسیع ہونے کے باوجود رنتجن کی اعلیٰ استعداد اور مخفی قابلیتون کو بروے کار لانے کے لئے کافی نہ سمجھی گئی اس لئے وہان کی تعلیم کے بعد اسکو زیورچ بھیجا گیا، جو اپنے افراد کے شوق علم و جوش تعلیم کے باعث "سویزرلینڈ کا ایتھنز" کہا جاتا ہے، یہان رنتجن نے ۱۸۶۹ء تک تعلیم حاصل کی اور سنہ مذکور مین "ڈاکٹر آف سائنس" کی ڈگری لی، دوران تعلیم مین اس کو مسائل طبعیات و برقیات سے خاص دلچسپی رہی اور ان دونون علوم مین اُسنے بڑی وسیع و قابل قدر تحقیقات کین، اگرچہ عام عالم "ایکس ریز" کی دریافت کے سبب سے اس سے روشناس ہوا،

زیورچ کے لوگ اس کو اپنے شہر کا ایک معمولی طالب علم سمجھتے ہون گے، [illegible] کہ یہ طویل القامت، نحیف الجثہ، دراز ریش، زرد رو، محو تخیلات انسان جو تیز تیز قدم [illegible] سے گذرا کرتا ہے کسی زمانے مین وہ ممتاز شخصیت حاصل کرنے والا ہے جس پر ان کو اپنی یونیورسٹی

کا طالب علم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ فخر و ناز رہے گا،

صرف اس وقت جب وہ کسی ایسے مسئلے پر جس سے اسکو گہری دلچسپی اور خاص شغف حاصل ہوتا تھا پرجوش متانت اور تعمق نظر کے ساتھ گفتگو کرتا تھا یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ عام طبقۂ انسان سے بالاتر ہستی ہے اسکی ترنم ریز آواز اور متکلم دجاذب نگاہین سامعین کو مسحور کر لیتی تھین، اسکے خیالات اس درجہ ہجوم کراتے تھے کہ اسکی سرعت تقریر بھی ان کے ادائے اظہار کے لئے ناکافی معلوم ہوتی تھی،

اس زمانے مین اسکو ایک خاص عادت پڑ گئی تھی جو ہمیشہ اس کے شاگردون کے لئے باعث تفریح رہی یعنی تقریر کرتے کرتے جب اس کو جوش آجاتا تھا تو بے خیالی مین اپنی انگلیان سر کے بالون مین اس طرح چلاتا تھا کہ تمام سر کے بال ایک گچھے کی شکل مین کھڑے ہو جاتے تھے، لڑکے اس عجیب حرکت کو بڑی دلچسپی سے دیکھتے اور ہنستے تھے،

زیورچ یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد رنتجن کی زندگی ایک شدید و مسلسل محنت کا نمونہ ہے جو اسنے تدریس و تحقیق و تجربات مین بسر کی، اول ورزبرگ پھر اسٹراسبرگ مین پروفیسر طبعیات کا اسسٹنٹ مقرر ہوا، اس کے بعد ۱۸۷۵ء مین اگریکلچرل اکیڈمی آف ہوہنیم مین پروفیسر ریاضیات و طبعیات ہوا، اس درس گاہ مین اس نے ایسی اعلیٰ قابلیت ظاہر کی کہ ۱۸۷۶ء مین اسی شہر کی یونیورسٹی کا پروفیسر بنا دیا گیا،

یہ عجیب و دلچسپ اتفاق ہے کہ پیسٹور اور رنتجن جو غیر معمولی دماغ کے انسان تھے دونون اسٹراسبرگ مین پروفیسر رہے ہین، پیسٹور اس وقت جب وہان فرنچ یونیورسٹی قائم تھی، اور رنتجن اس وقت جب یہ شہر جرمن قبضہ مین آگیا اور وہ قدیم یونیورسٹی اسی برس بعد پھر قائم ہوئی، اس شہر کے حالات نہایت دلچسپ ہین، سب سے پہلے اہل روما نے اسکو بنایا تھا، اس کے بعد جرمنی والون نے تباہ کیا، پھر بنایا گیا، رفتہ رفتہ ترقی کرکے تیرھوین صدی کے وسط مین رائن کی مجلس[1] الامصار" مین

[1] LEGUE OF CITIES.



شامل ہو گیا اور تین صدی تک اس نے اپنی آزادی قائم رکھی، لیکن ۱۶۸۱ء مین پھر فرانس کے قبضہ مین آگیا اگرچہ اسکی عظمت و ثروت فرنچ حکومت کے زمانہ مین ترقی پذیر ہوئی، لیکن مدت تک اپنی وضع و شکل مین جرمنی ہی کا ایک حصہ معلوم ہوتا رہا، اور جرمن تو قابل معافی تھے اگر یہ خیال کرتے تھے کہ یہ شہر انکی قومی ملکیت ہے جو جبراً ان سے لیلی گئی ہے

اسٹراسبرگ کا کلیسا بہت خوبصورت ہے اور کمال تعمیر و رفعت عمارت مین نہایت ممتاز، اس عمارت کا حیرت انگیز گھنٹہ عالم مین بے نظیر ہے، جو گھنٹہ اور منٹ کے علاوہ دن، مہینے اور شمس و قمر اور دوسرے سیارون کے حالات کو بھی ظاہر کرتا ہے، یہ گھنٹہ ۱۵۷۱ء مین بنایا گیا، اور دو سو برس تک چلتا رہا، اس طویل زمانے کے بعد بند ہو گیا، اور پچاس برس بند رہا اسلئے کہ کوئی شخص اسکی مرمت نہ کر سکا، آخر اسی شہر کے ایک گھڑی ساز نے اس کو پھر چلایا،

رنتجن کی پروفیسری سے چند سال قبل کا واقعہ ہے کہ اسٹراسبرگ پر اہل جرمنی نے حملہ کیا، اس کی دیوارون اور مکانون پر جرمن گولے برساتے تھے لیکن نہایت احتیاط رکھتے تھے کہ کلیسا کو صدمہ نہ پہنچے جرمنی کا اس پر قبضہ ہو گیا اور اس جدید عہد مین اس شہر نے ہر اعتبار سے نہایت ترقی کی،

رنتجن نے تین سال یہان تعلیم و تعلم جاری رکھا، اس کے بعد شہر گیسن کی فزیکل انسٹی ٹیوٹ کا ڈائرکٹر اور پروفیسر آف فزکس مقرر ہوا،

گیسن مین پہنچکر رنتجن گویا پھر ایک ایسے مقام مین آگیا جو اپنے اعلیٰ علمی کارنامون کے سبب سے امتیاز رکھتا تھا، گیسن ہی مین نامور ماہر کیمیا لیبگ نے اپنا اسکول آف کیمسٹری قائم کیا تھا جو تمام یورپ کے طالبان علم اور سائنس کے لئے مقناطیس کا حکم رکھتا تھا، یہین رنتجن نے ان تحقیقات کی ابتدا کی جس نے اسکو جاوید بنا دیا،

ڈاکٹر رنتجن اب جویائے حقائق جدیدہ اور فاضل مقرر کی حیثیت سے مشہور ہو چلا تھا، لیکن اسکی

وہ بہترین دریافت جسنے اسکو ٹمپسن ڈیسٹور اور لسٹر کا ہمسر بنادیا ۱۸۹۵ء مین ظہور مین آئی جبکہ اسکی عمر پچاس سال کی تھی، تقریباً چالیس برس مسلسل وصبر آزما محنت، مطالعہ وتجربہ مین صرف ہوئے جب کہین اسکو ایک ایسی چیز کے انکشاف کی نعمت حاصل ہوئی جو نہ صرف اسکی ناموری کا باعث ہوئی بلکہ اس کے ابنائے جنس کو بھی ناقابل حصر وشمار فوائد سے بہرہ اندوز کیا،

رنتجن کی اس دریافت کو سمجھنے کے لئے ہم کو پھر "امواجِ اتھر" کی طرف رجوع کرنا چاہئے، خصوصاً وہ لہرین جو ایک انچ کے اسی ہزاروین حصہ سے بھی چھوٹی ہوتی ہین اور اسی لئے قطعی غیر مرئی ہین،

اس اکتشاف کے ارتقائی منازل کے حالات بالکل داستان اور افسانہ معلوم ہوتے ہین، لیکن ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کی تحقیقات کی بنیاد کس طرح اس کے پیش رو محققون کی سعی وکوشش پر قائم ہوتی ہے،

جن لوگون نے بجلی کی بیٹری سے تجربات کئے ہین ان کو معلوم ہوگا کہ بجلی کے تارون کو بیٹری کی مثبت اور منفی تارون سے جوڑ کر تارون کے سرون کو ایک دوسرے سے تھوڑے فاصلے پر رکھا جائے تو برقی چنگاریان جست کرکے اس فاصلے کو طے کرتی اور ایک تار سے دوسرے تار مین منتقل ہوجاتی ہین،

اگر کسی ایسے برتن مین جسمین سے ہوا نکالی جاسکے تارون کا ایک ایک سرا برتن کے دونون دہانون کے اندر رکھدیا جائے تو بہت کم طاقت کی برقی رو سے بھی برقی چنگاریان پیدا کیجاسکتین ہین، بلکہ ایک عجیب تغیر واقع ہوجاتا ہے کہ وہ چنگاریان چنگاریان ہی باقی نہین رہتین، زیادہ وضاحت سے یون سمجھو کہ جب اس ظرف کے اندر ہوا کا دباؤ اسقدر کم کردیا جائے کہ بیرونی ہوا کے مقابلے مین $\frac{1}{500}$ سے $\frac{1}{1500}$ تک ہوجائے تو بجلی کے منفی سرے کے گرد روشنی کی ایک ہلکی سی نقاب نظر آتی ہے اس کے بعد ایک تاریکی ہوتی ہے، اس تاریکی کے بعد ایک ہلکی سی روشنی اور آخر مین ایک تیز روشنی مثبت سرے تک پہنچتی ہے، لیکن اگر ظرف کو ہوا سے تقریباً خالی کردیا جائے تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت نتیجہ برآمد ہوتا ہے، یعنی تمام روشنیان غائب ہوجاتی ہین اور صرف منفی سرے کے گرد روشنی رہجاتی ہے، یہ روشنی ایک مستطیل نیلی شعاع کی شکل مین نمایان ہوتی ہین، اور اس مین یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ جس شیشے پر پڑتی ہین اسکو فاسفورس کی سی روشنی سے منور کردیتی ہین جیسی گیلی دیا سلائی کو اندھیرے مین گھسنے سے پیدا ہوتی ہے یہ شعاع جس چیز پر منعکس ہو، شیشہ ہو یا اور کچھ اسکو نہایت تیز گرم کردیتی ہے،



ماہران سائنس نے ان "منفی شعاعون" سے بڑے بڑے تجربے کئے ہین اور ان کے پیدا کرنے کے لئے زیادہ مکمل آلات ایجاد کئے ہین،

گیسلر مشہور جرمن سائنس دان تھا، جس نے یہ ثابت کیا ہے کہ پانی کا ٹمپریچر جب نقطہ انجماد سے تقریباً چار درجہ بلند ہوتا ہے تو اس وقت پانی کا وزن سب سے زیادہ ہوتا ہے، اس شخص نے ایک شیشے کا ٹیوب ایجاد کیا تھا جسکے اندر ہوا کا دباؤ بہت زیادہ گھٹا دینے سے "منفی شعاعون" کے نہایت دلچسپ اور خوبصورت اثرات نمایان ہوتے تھے،

ہرٹز جس کے نام سے اتھر کی برقی لہرین موسوم ہین، ایک قدم اور آگے بڑھا اور اس نے ہوا کا دباؤ اور بھی کم کرکے یہ نیلی شعاع پیدا کی،

سپرنگل ایک جرمن کیمیا دان تھا جس نے اعلیٰ قسم کے آتش گیر مادون (لیڈائٹ ومیلینائٹ) کے متعلق بہت سی تحقیقات کی ہین، اس نے ایک نہایت عمدہ ہوا کش پمپ ایجاد کیا تھا، سر ولیم کروکس نے اس پمپ کے ذریعہ سے تجربہ کرکے ہرٹز سے بھی بہتر نتائج پیدا کئے، اور گیسلر کے ٹیوب سے زیادہ مکمل ٹیوب ایجاد کیا جس مین سے ہوا کی زیادہ سے زیادہ مقدار خارج کیجاسکتی ہے، یہ کروکس ٹیوب کے نام سے مشہور ہے، اس ٹیوب کے اندر منفی شعاعون کی نہایت عجیب خصوصیات نمایان ہوگئین،

ہرٹز کا ایک اسسٹنٹ تھا، لینارڈ نام ہنگری کا باشندہ، اسکو ان منفی شعاعون سے بڑی دلچسپی تھی، ایک دن دوران تجربہ مین اس نے کروکس ٹیوب کے پہلو مین اس مقام پر جہان سے شعاعین

نکلتی ہین ایک ایلومینیم کی پلیٹ رکھدی، اسکو یہ دیکھ کر کس درجہ حیرت و مسرت ہوئی کہ شعاعین ایلومینیم کے پار نکل گیئن، اس نے یہ ثابت کیا کہ شعاعین فوٹو کی ذکی الحس پلیٹ پر اثر کرسکتی ہین خواہ وہ پلیٹ لوہے کے بکس کے اندر بند ہو، اس کے علاوہ اس نے تجربہ سے یہ بات بھی تسلیم کرا دی کہ مقناطیس ان شعاعون کو کشش کرسکتا ہے اور ہر طرف پھیر سکتا ہے، یہ لینارڈ کی شعاعین" ایک خط نور کی شکل مین تمام نہین ہوتین بلکہ ایلومینیم سے نکل کر پھیل جاتی اور نظر سے غائب ہو جاتی ہین،

لینارڈ کا یہ انکشاف سنہ ۱۸۹۴ء مین ہوا یعنی رنٹجن کے تاج الانکشاف " ایکس ریز" سے تقریباً ایک سال قبل، اس حد تک جسقدر دریافتین اور ایجادین ان مستقل مزاج اور باہمت لوگون نے کین وہ گرچہ دنیائے سائنس کے لئے حد درجہ دلچسپ تھین لیکن جمہور عالم کی نظر مین انکی کچھ وقعت نہ تھی، ممکن ہے بہت سے لوگ ان کے تجربات کو پڑھ پڑھ کر سوچتے ہون کہ اتنا وقت اور مال رائگان جا رہا ہے، لیکن رنٹجن کی دریافت جس کا بالاتفاق نہایت مسرت و امتنان کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا اور جو بنی نوع انسان کے لئے فوائد کثیرہ کا موجب ثابت ہوئی انھی ثابت قدم شیدایان سائنس کی مساعی جلیلہ کے بعد وجود مین آسکین،

سنہ ۱۸۹۵ء مین رنٹجن ورزبرگ (واقع بویریا) مین اپنے مکان پر تجربہ کر رہا تھا کہ اس نے ثابت کیا کہ کروکس ٹیوب" سے نکلنے والی منفی شعاعون کے ساتھ ایک اور قسم کی غیر مرئی شعاعین بھی نکلتی ہین جنمین یہ حیرت انگیز خصوصیت ہے کہ ٹیوب کے شیشے سے گذرنے کے بعد تقریباً تمام ٹھوس چیزون کے اندر نفوذ کر سکتی ہین،

لوگون نے کروکس ٹیوب سے جو تجربے کئے تھے ان سے رنٹجن کو غایت درجہ کی دلچسپی تھی، ایک دن اس نے منفی شعاعون اور لینارڈ کی شعاعون کا امتحان کرنے کے بعد یہ دیکھنا چاہا کہ یہ منفی شعاعین بالکل بند بھی کیجا سکتین ہین یا نہین یعنی کیا ایسا ممکن ہے کہ شعاعین ٹیوب سے باہر نہ نکلین، اس نے کروکس ٹیوب مین بجلی کا تار لگانے کے بعد اس کو نہایت احتیاط کے ساتھ ایک دبیز سیاہ کاغذ کے تختے سے



بند کر دیا، معلوم ہوا کہ اس ترکیب سے روشنی مطلق باہر نظر نہین آتی، لیکن مزید اطمینان کے لئے اس نے لیبوریٹری کی تمام کھڑکیون پر پردے ڈال دیئے اور ہر روشندان اور سوراخ کو جس سے روشنی آسکتی تھی بند کر دیا اب کمرے مین کامل تاریکی ہو گئی، لیکن ایک قسم کی فاسفورس کی سی چمک ٹیوب کے نیچے میز پر نظر آرہی تھی پروفیسر نہایت اشتیاق کے ساتھ آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک کاغذ کا ٹکڑا چمک رہا ہے، یہ وہ کاغذ تھا جس پر فوٹو گرافی کا مصالحہ لگا ہوتا ہے اور جو روشنی کے لئے نہایت قوی الحس ہوتا ہے، اس نے کاغذ کو اٹھا لیا، معاً چمک غائب ہو گئی، اس نے نہایت غور سے دیکھا کہ اس دبیز کاغذ کے سیاہ تختے مین تو کوئی سوراخ نہین جس مین سے منفی شعاعین ٹیوب سے نکلتی ہون لیکن کوئی منفذ نظر نہ آیا، نہ کوئی شعاع نکلتی معلوم ہوئی، اب اس نے پھر فوٹو کا کاغذ اسی جگہ رکھدیا، فوراً روشنی پھر نمودار ہو گئی،

یہ دیکھ کر اس نے کاغذ کے تختے کی جگہ کسی زیادہ موٹی چیز سے ٹیوب کو بند کر دیا، لیکن فوٹو کا کاغذ پھر بھی بدستور چمکتا رہا، رنٹجن کو فرط حیرت سے اپنی آنکھون کی شہادت پر یقین نہ آیا، اور برابر تجربہ کرتا رہا اور ایک ضخیم کتاب لیکر ٹیوب اور کاغذ کے بیچ مین رکھدی، کتاب رکھتے ہی پروفیسر خوشی سے اچھل پڑا، کتاب نے بہت ہی کم فرق پیدا کیا تھا اور کاغذ اب بھی روشن تھا یعنی وہ شعاعین، جس نوع کی بھی ہون ضخیم کتاب کے اندر سے بے تکلف گزر گیئن،

اس کے بعد لکڑی لوہے وغیرہ سے یکے بعد دیگرے امتحان کیا گیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ اگرچہ ان مین سے بعض اشیاء نے شعاعون کے راستے مین خفیف سی رکاوٹ پیدا کی لیکن ان کو گزرنے سے پورے طور پر کوئی چیز نہ روک سکی، آخر مین پروفیسر نے ٹیوب کے نیچے ایک فوٹو گرافی کی پلیٹ رکھکر ٹیوب اور پلیٹ کے بیچ مین اپنا ہاتھ رکھدیا، دیکھا کہ فوراً پلیٹ پر ایک عجیب و غریب تصویر چھپ گئی، چونکہ شعاعین ہاتھ کے گوشت کے اندر سے بمقابلہ ہڈیون کے زیادہ آسانی سے گزری تھین اسلئے ہاتھ کا پورا ڈھانچہ گہرے سایہ کی صورت مین بن گیا، جس مین ہڈیون کے گرد گوشت کا ہلکا سا موجود تھا

اب ڈاکٹر رنتجن کو احساس ہوا کہ اس کے ہاتھون ایسا عجیب انکشاف عالم وجود مین آیا ہے جس سے سرجنون کو زندہ انسان کے جسم کی ہر رگ و پے کا امتحان کرنے مین آسانی ہو جائے گی اور بندوق کی گولی یا کسی سخت چیز کے دیکھنے اور نکالنے کے لئے اندھون کیطرح ٹٹولنا نہ پڑے گا جو ۱۸۹۵ء تک ہر جراح کے لئے ناگزیر تھا،

کچھ عرصہ تک اس نے اپنا تجربہ جاری رکھا تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ یہ نامعلوم شعاعین ہمیشہ یکسان عمل کرتی ہین، اس نے دماغ پر بہت زور دیا کہ انکی نوعیت و کیمیائی تشریح دریافت کر سکے لیکن ناکام رہا، آخر مایوس ہو کر ان کا نام ایکس ریز (X-RAYS) رکھدیا، ایکس ( ) کا حرف الجبرا مین نامعلوم مقدار کے لئے مستعمل ہے،

اگرچہ تمام دنیا جس کے لئے اس نے اپنا یہ انکشاف ایک مہینہ بعد پیش کیا ان شعاعون کی نوعیت کی تشریح نہ کر سکی تاہم یہ روشن ہو گیا کہ یہ اسرار سربستہ سرجنون کے لئے کیسی نعمت و برکت ہین، اور رنتجن دفعتہً تمام عالم مین مشہور ہو گیا، تمام اہل سائنس نے ان شعاعون کا تجربہ کیا اور بہت تھوڑے عرصہ مین تقریباً تمام شفاخانون مین ایکس ریز کے آلہ کا استعمال شروع ہو گیا،

یہ آلہ بہت سادہ اور ساخت اور عمل مین نہایت آسان ہے، صرف ایک بیٹری ایک تار اور ایک کروکس ٹیوب کی ضرورت ہے،

تم ایسے آلہ کے فائدہ کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ذریعہ سے ایک عضو شکستہ کی رفتار صحت بغیر پٹیان کھولے دریافت کیجا سکتی ہے، جس کے وسیلہ سے نہ صرف ہڈیون کی بلکہ قلب و جگر و پھیپھڑون وغیرہ کی شکل، حجامت، مقام بغیر مریض کو تکلیف دیئے معلوم ہو سکتا ہے، جس کے واسطے سے سرجن جسم کے اندر سوئی یا گولی کو ایسی آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ گویا انسان کا جسم شیشے کا بنا ہوا ہے

امریکہ کے ایک موجد اڈیسن نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس کا نام فلوروسکوپ ہے، اسکی بدولت



ایکس ریز سے کام لینے مین نہایت آسانی ہو گئی ہے، یہ آلہ ایک قسم کا بکس ہے جس کے ایک طرف کاغذ کا پتلا تختہ لگا ہوتا ہے، اس کاغذ پر وہی مصالحہ ہوتا ہے جو رنتجن کے کاغذ پر تھا، اس کے مقابل کا رخ سرجن کی آنکھ پر ٹھیک آجاتا ہے، جس چیز کا امتحان کرنا ہوتا ہے اسکو اس آلہ اور کروکس ٹیوب کے بیچ مین لے آتے ہین،

اس انکشاف کے کشف و کرامات کے عجیب و دلچسپ قصے مشہور ہین، جن مین سے ایک نہایت پر لطف واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت کسی ڈاکٹر کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے پاؤن کی بعض انگلیان کاٹ ڈالنی پڑینگی اس لئے کہ ان سے مجھے سخت اذیت ہوتی ہے چلنے مین بڑی دشواری پیش آتی ہے اور بعض اوقات بوٹ پہنتے ہی نہایت شدت کا درد ہوتا ہے، ڈاکٹر نے ایکس ریز سے پاؤن کا معائنہ کر کے وجہ تکلیف معلوم کر لی، عورت سالہا سال سے بہت تنگ بوٹ پہنتی تھی اس لئے اسکی ہڈیان اور پاؤن کی انگلیان مڑ گئی تھین، لیکن اگر ایکس ریز نہ ہوتا تو اس عورت کو اس واقعہ کا یقین دلانا بہت دشوار تھا، ڈاکٹر نے فوٹو لیا جسکو اصطلاح مین "اسکیا گراف" کہتے ہین اور اس خوفزدہ مریضہ کو دکھایا اس نے فوراً اس عادت کو ترک کرنے اور چوڑی نوک کا جوتہ استعمال کرنیکا عہد کر لیا

یہان ایک یہ لطیفہ بھی بیان کر دینا شاید بے محل تصور نہ کیا جائے کہ خاکسار مترجم کو بھی ہمیشہ سے باریک نوک کا جوتہ پسند ہے اور آجکل کے زمانہ مین بھی جبکہ عموماً چوڑی نوک کے بوٹ استعمال کئے جاتے ہین اپنے لئے خاص طور پر تپلی نوک کا جوتہ بنوا کر پہنتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوا کہ پاؤن کے نمبر سے چھوٹا جوتہ بنگیا وہی استعمال ہوتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونون پاؤن کی چھوٹی انگلیان خصوصاً داہنے پاؤن کی مستقل طور پر مؤف و متاذی ہو گئین کہ ہمیشہ چلنے مین تکلیف ہونے لگی، اگرچہ اس بات کا احساس تھا کہ یہ خرابی تنگ جوتہ کا نتیجہ ہے لیکن "خوئے بد طبیعت مین نشست" کر چکی تھی یہ بھی ایکس ریز ہی کا کرشمہ سمجھنا چاہیئے کہ اس عورت کا واقعہ پڑھکر مین نے بھی وہی عہد کر لیا ہے،

ایکس ریز کا ایک مفید اثر یہ دریافت ہوا ہے کہ ان کے ذریعہ سے اصلی اور نقلی ہیرے مین شناخت ہوسکتی ہے جب اصلی ہیرا کر دکس ٹیوب اور فوٹو کی پلیٹ کے درمیان رکھا جاتا ہے تو ایک برائے نام سایہ باقی رہجاتا ہے، لیکن نقلی پتھر کی بہت صاف تصویر آجاتی ہے اور وہ جس قسم کے مصالحہ سے مرکب ہوتا ہے سب نمایان ہوجاتا ہے،

تم کو شاید یقین نہ آئے کہ یہ حیرت انگیز شعاعین اصلی اور نقلی ممّی[1] مین بھی تمیز کرسکتی ہین، لیکن یہ واقعہ ہے، ایک امریکن لیڈی نے سیاحت مصر مین ایک ممی کا ہاتھ بڑی قیمت مین خریدا اور امریکہ لائی لیکن اسکی مایوسی اور دلشکستگی کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے جب اس کے ایک عالم دوست نے اس ہاتھ کو دیکھ کر کہا کہ تم کو قطعی دھوکا دیا گیا، یہ اصلی ممی کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ منجمد تارکول اور پلاسٹر سے بنا کر پرانے کپڑے مین لپیٹ دیا ہے، لیڈی نے اطمینان کرنے کے لئے ایکس ریز سے اس کا فوٹو لیا، اور ان شعاعون نے اس کے فاضل دوست کے دعوے کو باطل کردیا، مردہ مصری کے ہاتھ کی تمام ہڈیان فوٹو پر نمایان تھین،

اس قسم کی بہت سی مثالین بیان کیجاسکتی ہین لیکن اسی قدر یہ بات ثابت کرنے کے لئے کافی ہین کہ اس باحوصلہ، جفاکش، مستقل مزاج محقق و موجد نے نوع انسانی کس قدر احسان عظیم کیا ہے اور کس درجہ ان اعزازات و تحسینات کا مستحق ہے جنکی ہر طرف سے اسپر بارش ہوئی،

رنتجن کو بے شمار پیغام مبارکباد موصول ہوئے اور بہت سے تمغے اور امتیازی نشانات عطا کئے گئے، جن مین قابل ذکر قیصر جرمنی کا تمغا اور انگلستان کی رائل سوسائٹی کا "رمفورڈ میڈل" ہین

آجکل کوئی فوج بغیر مکمل آلہ ایکس ریز کے میدان جنگ کو نہین جاتی، گزشتہ جنگ عظیم مین اس کے ذریعہ سے بہت سی جانین بچائی گئین اور کثرت سے مجروحون کے درد والم مین تسکین و تخفیف مہیا کیگئی

بعض ڈاکٹرون کی رائے ہے کہ ایکس ریز کے ذریعہ سے بعض مہلک امراض مثلاً سرطان، سل، خناق اور تپ محرقہ کے جراثیم فنا کئے جاسکتے ہین،

[1] مصر قدیم مین مردے کے جسم پر دوائین اور مصالحے لگا کر اسکو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتے تھے، اسکو "ممی" کہتے ہین،



# ابوتمام کی نقائض جریر و اخطل کا ایک واحد نسخہ

## اور

## ابوالعلاء کے ایک عزیز،

از

پروفیسر میمن عبدالعزیز صاحب اورینٹل کالج لاہور،

ہمارے دوست نے اس موضوع پر مصر کے ادبی رسالہ الزھراء مین ایک مضمون لکھا تھا جسمین ہمارے ملک کے ایک ادیب نے ایک مصری ادیب کی تحقیقات کی تکمیل بلکہ تصحیح کی ہے، اب موصوف نے اس مضمون کا خلاصہ ہمین بھیجا ہے، یقیناً اس قسم کے خشک مضامین ہمارے تفریح پسند ناظرین بگرانی سے پڑھین گے، لیکن آخران صفحات پر خشک ملاؤن کا بھی تو دعویٰ ہے،

(اڈیٹر)

ابوتمام حبیب بن اوس الطائی کا حال مندرجہ ذیل کتابون مین پایا جاتا ہے، الوفیات، تاریخ ابن عساکر، الخزانۃ، الاغانی، الانساب، مروج الذہب، نزہۃ الالبار، المعاہد، مقدمہ شرح التبریزی علی الحماسۃ، و کشف الظنون وغیرہ،

ابوتمام کی تالیفات کی فہرست مین ہمین نقائض نام کی کوئی کتاب کہین نہین ملی اور نہ دواوین ادبیہ مین کہین اس کا کوئی حوالہ نظر سے گذرا، الاب صالحانی جنھون نے فی الواقع نہایت جانفشانی سے اس کو ایڈٹ کیا ہے، نہ اس کتاب کا کہین سراغ لگا سکے اور نہ موجودہ نسخہ (جو کتب خانہ عمومیۃ

مسجد سلطان بایزید قسطنطنیہ مین موجود ہے نمبر ۱۰۵۰) کی تاریخی اہمیت کا کوئی اندازہ کرسکے، بہت تگ و دو کے بعد وہ
ابن الندیم کی اتنی سی عبارت نکال لائے "اسمار من ناقض جریرا[۱] وناقضہ جریر، نقائض جریر والاخطل نقائض
جریر و عمر بن لجأ الخ، ظاہر ہے کہ نہ یہ عبارت نقائض کے مؤلف کا کچھ پتہ بتاتی ہے اور نہ اس بات کا کہ یہ نقائض
جریر والاخطل نام کی کوئی مستقل تالیف ہی، خواہ کسی کی بھی ہو؟ کوئی ثبوت بہم پہنچاتی ہے،

اس قصہ کو تھوڑی دیر کے لئے یہین چھوڑ دیجئے اور ذرا معرۃ النعمان کی طرف چلئے، معرہ ایک مردم خیز
خطہ ہے، اس نے بڑے بڑے نامور پیدا کئے تھے، جنمین سے اکثر خانوادون کا تذکرہ ہمنے اپنی عربی کتاب ابو العلار
وما الیہ مین کر دیا ہے ان مین سے بنی سلیمان کے خاندان نے خصوصًا غیر معمولی امتیاز حاصل کیا تھا اور بیسیون
قاضی اور وزیر انشار (کاتب الانشار) بلکہ والی گورنر بھی پیدا کئے جنمین سے یہان قاضی ابو مسلم وادع کا ذکر کرنا
مقصود ہے جو معرہ کفرطاب اور حماۃ کے قاضی ہوئے، انکی ولادت ۴۱۳ھ مین ہوئی تھی جیسا کہ العماد الخریدہ[۲]
مین اور یاقوت الادبار مین[۳] لکھا ہے، یاقوت کا بیان ہے کہ قاضی ابو مسلم وادع بڑے بلیغ انشا پرداز
اور فصیح شاعر تھے"، ابن القلانسی نے ذیل تاریخ دمشق[۴] مین لکھا ہے کہ "انکی وفات ۴۸۹ھ مین واقع ہوئی
جب وہ معرہ پر قابض ہو چکے تھے، اور وہ نہایت عالی ہمت اور بیدار مغز فاضل تھے"

لیکن اب تک یہ امر تنقیح طلب ہے کہ عماد اور یاقوت نے ان کا نسب یہ لکھا ہے "وادع بن عبداللہ
بن محمد بن عبداللہ (والد ابو العلار) گویا اس طرح وہ ابو العلار کے بھائی ابو المجد محمد کے صلبی پوتے (نبیرہ)
ہوئے، عماد کا ماخذ اور مستند غالبًا قاضی ابو الیسر شاکر بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن محمد (برادر ابو العلار)
کا بیان ہوگا، اسلئے کہ وہ عماد کے گھر سے دوست تھے، اور جب وہ نور الدین محمود بن زنگی کے درباری
وزارت انشار سے اپنی پیری کے سبب سے مستعفی ہو کر خانہ نشین ہوگئے تو عماد ان کے قائم مقام ہوئے تھے،

[۱] اصل کتاب مین جمرۃ بالرفع اور عمرو بالواو ہے وکلاہما تصحیف، [۲] نسخہ مخطوطہ لیدن از اعمال ہولانده (۱۰)
[۳] ۱ / ۱۷۶، [۴] ص ۱۳۲،



علاوہ ازین عماد نے اپنی عمر کا ایک حصہ معرۃ مین بھی گذارا ہے، اور یاقوت کا ماخذ بظاہر الصاحب کمال الدین ابن[۱]
العدیم الحلبی کی کتاب العدل والتحری فی دفع الظلم والتجری علی ابی العلار المعری ہوگی، کہ یاقوت شام مین ان کے
دولت خانہ پر حاضر ہوا تھا اور وہ ان کے علم و فضل کا قائل ہے، نیز اس نے ابو العلار کے بہت کچھ حالات اور واقعات
انھین کے حوالہ سے روایت کئے ہین، ہمین صفدی نے نکت الہمیان مین یہ بات بتائی ہے کہ ابن العدیم نے
العدل والتحری مین سلیمان کے خاندان کے اکثر مشہور افراد کے انساب و واقعات کا تذکرہ کیا ہے،

ہمت نہین پڑتی کہ عماد و یاقوت یا یون کہئے قاضی ابو الیسر اور ابن العدیم جیسے گھر کے آدمیون کیطرف
غلطی کی نسبت کی جائے کہ صاحب البیت ادری بما فیہ، لیکن شہادت کی قوت ہمین اسی ناپسندیدہ امر کی
طرف بادل ناخواستہ کھینچے لئے جارہی ہے سو اب آیئے اور دونون گتھیون کو بیک وقت سلجھا لیجئے،

ہمین نقائض مذکور کے خاتمہ پر کسی مطالعہ کرنے والے کے یہ الفاظ ملتے ہین "قرأتہ جمیعہ فی المحرم سنۃ
خمس وعشرین وخمس مائۃ، وکتب النعمان بن وادع بن عبداللہ بن مسلم والحمد للہ رب العلمین" کیا یہ اسی وادع
مذکور کا فرزند نہین؟ بیشک وہی ہے! کہ عماد و یاقوت دونون نعمان ابو عدی کو وادع کا فرزند بتاتے ہین،
اور کہتے ہین کہ "وہ سنہ ۵۵۰ کے چند سال بعد مرا ہے" یعنی کہ نقائض مذکور کے مطالعہ کے قریبًا تیس سال بعد،
مگر یہ خط قاضی وادع کو مسلم کا پوتا قرار دیتا ہے نہ کہ ابو العلار کے بھائی کا پوتا، کوئی وجہ نہین کہ نعمان کے خط کی
زبردستی تکذیب کیجائے کہ وہ اپنے اسلاف کو یقینًا اپنے ہموطنون یا دور کے رشتہ دارون سے کہین زیادہ صحت کے
ساتھ پہچان سکتا ہے،

بہت اچھا، مگر یہ مسلم کون ہین؟ کہ نہ ان کو بنی سلیمان کے عمود مین عماد نے ذکر کیا ہے، اور نہ یاقوت نے،

[۱] جنھون نے حلب کی ایک ضخیم تاریخ لکھی ہے، ڈاکٹر کرنیکو جنھون نے حضرۃ العلامۃ الجلیل نواب عماد الملک محی الدولہ
العربیہ کے ذریعہ ابھی ابھی کتاب المجتنی لابن درید چھپوائی ہے غالبًا اس کے قلمی نسخہ کے خاتمہ کی یہ عبارت کتبہ عمر بن احمد ابن
ابی جرادۃ سے اس عمر کو دریافت نہ کرسکے سو وہ یہی ابن العدیم ہین،

اس موقع پر ہم ناظرین کو ایک دوراز کار لیکن نادرۂ روزگار افسانہ کا حوالہ دینگے جو سرالعالمین المنسوب غلطاً الی الغزالی (ص ۲۳) مین پایا جاتا ہی، اور جسکو صفدی نے نکت الهمیان (ص ۱۰۰) اور الوافی بالوفیات مین سبط ابن الجوزی کی مرآۃ الزمان سے نقل کیا ہے، اور جسکی ہمنے ابوالعلاء وما الیہ مین بہت بسط کے ساتھ تنقید کی ہی الغرض اس داستان مین ابوالعلاء کے چچا مسلم بن سلیمان کا تذکرہ آتا ہے تو وادع اخی مسلم کے پوتے یعنی ابوالعلاء کے عم زاد بھائی کے فرزند ہین، وھو الاقرب الی الصواب، وادع کی کنیت ابومسلم بھی اسی امر کی شاہد ہے، اسلئے کہ عموماً عرب مین پوتے اپنے فرزندون کے نام اپنے بزرگون کے نامون پر رکھتے تھے، کما لایخفی علی من لہ المام بالانساب۔

اس تنقیح سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ نسخہ نقائض کو ایک قدیم علمی خاندان سے نسبت ہے، مگر آیئے یہ بات بھی ثابت کر دین کہ ہمسے پہلے اسی کتاب کا ایک اور نسخہ گیارھوین صدی ہجری تک باقی تھا،

**خفاجی**، شفاء الغلیل (مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ ص ۱۵۰) مین لکھتے ہین، قال ابوتمام فی شرح المناقضات یقال فتح السیف اذا انتضاہ وأنشد لیزید بن مفرغ

ویوم فتحت سیفک من بعید اضعت وکل امرک لا یضیع انتھی

ہمین یہ شعر نقائض مذکورہ کے ص۔ پر ملتا ہے اور قافیہ للضیاع ہی، اور یہی درست ہی کیونکہ پورے قصیدہ مین ردف الف ہی ہے، لا یضیع یقیناً تحریف ہے، یہ امر ادر ذہن نشین کر لیا جائے کہ مناقضات و نقائض مین جس طرح معنی اتحاد ہے اسی طرح اسما بھی، یعنی نقائض جریر والفرزدق کو خفاجی کے شاگرد عبدالقادر البغدادی خزانۃ الادب مین ہر کہین مناقضات کے نام سے یاد کرتے ہین، ملاحظہ فرمائین ہماری اقلید الخزانۃ، مگر فتح کے یہ معنی نقائض کے موجودہ نسخہ مین موجود نہین، جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ خفاجی کے پاس یہ نسخہ نہ تھا اور یقیناً اوس کا نسخہ اور تھا، اور وہ شروح کے لحاظ سے اس سے زیادہ مکمل بھی تھا،

---



# تلخیص و تبصرہ

## ہندوستان کی مختلف زبانین

سر جارج اے، گریرسن نے مئی کے نائن ٹینتھ سنچری مین ایک مضمون عنوان بالا سے لکھا ہے، اس مین وہ تحریر فرماتے ہین:-

"**ہندوستان** کے علاوہ دنیا کا کوئی خطہ ہم کو اس مسئلہ کے حل کرنے مین کہ انسان نے زبان کی گتھی کس طرح سلجھائی بہتر طریقہ سے مدد نہین دیسکتا، خاص ہندوستان مین کم از کم ۹۰ زبانین بولی جاتی ہین، اور اگر ہم برما کو بھی اس مین شریک کرلین تو ان کی تعداد ۱۹۰ ہو جائیگی، یہ زبانین چار مشہور خاندان السنہ کے علاوہ دوسرے ان خاندانون سے بھی تعلق رکھتی ہین، جنکے متعلق ابھی تک کوئی مستقل رائے قائم نہین کیگئی ہے، یہ چار خاندان (۱) آسٹرک، (۲) دروڑیدی، (۳) تبتی چینی اور (۴) آرین ہین، آسٹرک زبان کا سلسلہ ہم کو پنجاب سے برما، ہندی چین، انڈونیسیا، ملنشیا، مشرقی جزائر اور جنوبی امریکہ تک پہنچاتا ہے، تبتی چینی خاندان ہم کو کشمیر سے آسام، برما، سیام اور چین تک ہمالیہ کے جنوبی نشیب مین لیجاتا ہی دوسری طرف آرین زبانین مشرقی ایشیا سے ہوتی ہوئی یورپ اور امریکہ تک سلسلہ قائم کرتی ہین، اس طرح ہم دیکھتے ہین کہ ہندوستان کو تمام موجودہ دنیا سے لسانی تعلق ہے،

ان مین آسٹرک زبان یہان کی قدیم زبان ہی اسکی دو شاخین ہین (الف) اسٹرونیسن اور (ب) اسٹرو۔ ایشیائی، ان مین اول الذکر برما کے ایک گوشہ مین بولی جاتی ہے اور وہان سے مشرقی جزائر اور نیوزیلینڈ تک پائی جاتی ہے، دوسری شاخ جزائر نکوبار سے ہوتی ہوئی وسط ہند تک آئی ہے اور

یہان سنتالون، سندون اور کرکون کو ہم یہی زبان استعمال کرتے پاتے ہین، حال مین ہندوستان کی جو لسانی پیمائش ہوئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگلے وقتون مین یہ زبان نہ صرف وسط ہند مین مستعمل تھی بلکہ وادی گنگ اور دامن ہمالیہ سے گذر کر پنجاب تک اس کا سلسلہ چلتا تھا جب دوسری اقوام ہندوستان مین داخل ہوئین تو ان کی زبان اس پر غالب آگئی، چنانچہ سنسکرت زبان مین ایسے الفاظ ملتے ہین جنکی اصل اسی زبان کے الفاظ ہین:-

"ڈرویڈی زبانون کا ہندوستان کی دوسری زبانون سے زیادہ لگاؤ ظاہر نہین ہوتا اور یہ زیادہ تر جنوبی ہند مین بولی جاتی ہین، ان مین قابل ذکر تامل (جو تقریباً ...... ۱۸۰ اشخاص کی زبان ہے) کنڑی (جو ...... ۱۰ آدمیون کی زبان ہے) اور تلگو (جو تقریباً ...... ۲۴۰ آبادی کا ذریعہ اظہار ہے) ہین، ان کے قواعد مرتب، اور انکی وسیع ادبیات قدیم تمدن کی شاہد ہین، شمالی ہند، بلوچستان اور دریائے انڈس کے اطراف مین ڈریویڈین زبان بولی جاتی ہے اسلئے ان زبانون کے بولنے والون کی تعداد اس وقت تقریباً ...... ۶۴۰ ہے، اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ڈرویڈی قوم کے لوگ پہلے ان اطراف مین آباد تھے، لیکن یہ مسئلہ کہ وہ کب، کہان سے اور کس راستہ سے ہندوستان آئے، اب تک حل نہین ہوا ہے، ایک خیال جسکے مسٹر سلیفر سب سے بڑے حامی ہین یہ ہے کہ یہ لوگ آریون سے بہت پہلے مغربی شمالی جانب سے داخل ہوئے اور جب آرین یہان آئے تو ان کو متمدن اور مزاحم پایا، دوسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ لوگ آسٹریلیا سے جب دونون ملکون مین تری آمد و رفت تھی آئے، لیکن یہ دعوی اب تک پایۂ ثبوت کو نہین پہنچا ہے"

"تبتی چینی زبان بولنے والون کا اصلی وطن دریائے ینگ زی کنگ اور دریائے ہوانگ ہو کا بالائی حصہ ہے، وہ چین سے اراوڈی، چندون اور سلوین ہوتے ہوئے برما پہنچے اور دریائے برہمپتر کے ذریعہ آسام اور تبت تک آئے، یہ تین مختلف اوقات مین تین مختلف گروہون مین ان ممالک مین داخل







ہوئے، ہر بعد والی جماعت نے اگلی جماعت کو یا تو شمال تک یا جنگلون تک ہٹا دیا، ان زبانون کی بھی دو اہم شاخین ہین (الف) سیامی چینی، اور (ب) تبتی برمی، جہان تک ہندوستان کا تعلق ہے اول الذکر شاخ کے دس لاکھ بولنے والے برما مین موجود ہین، یہ چینی علاقہ یونان سے آئے تھے اس لئے انکی زبان کو سیامی اور چینی زبان سے بہت کچھ تشابہ ہے، موخر الذکر شاخ اس ملک کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے بولنے والے برما، تبت آسام اور مشرقی بنگال مین پائے جاتے ہین، یہ تبتی سلسلہ کشمیر تک چلا گیا ہے، اس کے علاوہ ہمالیہ کے جنوبی علاقہ مین ہوتی ہوئی نیپال وغیرہ مین بھی پہنچ گئی ہے، تاریخ سے یہ تو پتہ نہین چلتا کہ یہ قوم کب آئی لیکن اتنا ضرور ظاہر ہے کہ مختلف جماعتین مختلف اوقات مین صدیون تک آتی رہین، چنانچہ ہمکو ایک مشہور تبتی برمی حکومت کا حال جو تیرھوین صدی مین آسام مین قائم تھی اور جسے ایک سیامی چینی قبیلہ اہوم نے فتح کیا تھا معلوم ہے، اس قسم کے حملے حال تک ہوتے رہے تھے تا آنکہ ۱۸۸۶ء مین برطانوی حکومت نے ان کو روکنے مین کامیابی حاصل کی، اگر ہم ان زبانون مین سے تبت اور برما کی زبانین نکالدین تو ہم دیکھین گے کہ باقی زبانون کے بولنے والے جنگل مین رہنے والی اقوام ہین، چونکہ ان زبانون کے بولنے والے مختلف قبائل مین منقسم ہو کر ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہین اسلئے فطرۃً ان کی زبانون نے مختلف صورتین اختیار کر لی ہین، اور اس وقت تبتی برمی زبانون کی ۱۲۰ قسمین موجود ہین، اور ان مین سے ہر ایک کے بولنے والون کی تعداد تقریباً ...... ۱۰ ہے،

"سب سے آخری لیکن سب سے زیادہ اہم شاخ "آرین" ہے، اسکی بھی دو شاخین، (الف) ہند و یوروپی اور (ب) ہند و آرین، اول الذکر کی شاخین یورپ اور ایشیائے کوچک مین بولی جاتی ہین، اور لاطینی، یونانی انگریزی اور دوسری یورپ کی زبانین اسی کے تحت مین آتی ہین، اکثر ماہرین السنہ نے آرین زبانون کو ہند و یوروپی زبانون کی شاخ بتائی، یورپ کے مورخین کا خیال تھا کہ یہ ان تمام زبانون کا مرکز روس کا جنوبی پہاڑی حصہ تھا، لیکن حال مین کیمبرج یونیورسٹی کی طرف سے جو تاریخ ہند شائع ہوئی ہے، اس مین پروفیسر جائلس نے درختون اور جانورون کے نامون سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کا اصلی وطن روسی علاقہ

نہین بلکہ وہ ملک ہے جو آجکل آسٹریا، ہنگری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہان سے پہلی جماعت شمال، جنوب اور مغرب کی طرف گئی، اس کے بعد ایک جماعت نے دردانیال کو عبور کر کے ایشیائے کوچک کو اپنا وطن بنایا، اس کے بعد دوسری جماعتین آتی رہین اور انھون نے عراق و ایران تک قبضہ جما لیا، اسی گروہ مین سے ایک قبیلہ منڈ آئیدم مدائن (میڈیہ) مین ۲۰۰۰ ق م مین آباد تھا، اسی قبیلہ نے وسعت اختیار کر کے آرین قوم کے نام سے تمام ایران پر قبضہ کر لیا اور یہین سے اپنی ایک جماعت روانہ کی جسنے افغانستان کو بھی فتح کر لیا، اس کے بعد یہی جماعت ہندوستان تک پہنچ گئی اور چونکہ مرکزی جماعت سے کوئی سلسلہ نہ رہا اس لئے انکی زبان نے بھی رفتہ رفتہ بدلنا اور مستقل صورت اختیار کرنی شروع کر دی، یہ لوگ بھی ایک ہی دفعہ نہین آئے تھے، بلکہ متعدد بار، اور پنجاب سے بنگال تک پھیل گئے، اس کے ساتھ ملکی باشندون سے ان کے تعلقات قائم ہو گئے اور اسی لئے بنگال کے باشندون مین آرین خون بہت کم ہے،

"ہندوستان کی آرین زبانون کو عموماً "ہند و آرین" زبان کہتے ہین، اور اسکی قدیم ترین شکل سنسکرت ہے، وید کی نظمون کی زبان بتاتی ہے کہ وہ قدیم ایرانی زبان سے کس قدر مشابہ ہے، اسکے بعد کی شکلین وہ زبانین ہین جو دہلی کے اطراف مین بولی جاتی تھین اور جنکی ادبیات کا ایک بڑا ذخیرہ آج تک موجود ہے، ان سے جو موجودہ زبانین پیدا ہوئی ہین ان مین ہندی (اردو؟) جسے ۹۸۰۰۰۰۰۰ آدمی مختلف صورتون سے بولتے ہین بنگالی جسے ۵۰۰۰۰۰۰۰ آدمی بولتے ہین، مرہٹی (۱۹۰۰۰۰۰۰) گجراتی (۱۰۰۰۰۰۰۰) اور پنجابی (۱۶۰۰۰۰۰۰) ہین، ان زبانون مین ہندوستانی پنجاب سے لیکر بنگال تک بولی جاتی ہے اور دوسری زبانین اپنے اپنے صوبون تک محدود ہین، ان زبانون مین قرون وسطیٰ مین تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا اور بعض مین ایشیا کی بہترین شاعری کا نمونہ موجود ہے"۔

"آرین قوم کے ہندوستان آنے کے بعد ایران مین رہنے والے آریون نے اپنی فارسی زبان کو ترقی دینی شروع کی تا آنکہ وہ موجودہ صورت مین ہمارے سامنے ہے، ایک جماعت دوسرے راستہ سے ہوتی



ہوئی درہ وستان ہوتی ہوئی ہندوستان پہنچی، اس کے بعض ارکان کافرستان مین رہ گئے اور بعض نے چترال اور گلگت کو اپنا مسکن بنایا، ایک چھوٹی سی جماعت کشمیر مین آباد ہو گئی اور اسکی زبان کشمیری قرار پائی، ایران سے آرین جو زبان لائے تھے وہ افغانستان مین اگر پشتو ہو گئی اور وہان کے پٹھان قبائل کی زبان ہے"۔

## آثار اسلامی،

فرانس کے مشہور ماہر اثریات اسلامی اور ناظر اعزازی عجائب خانہ پیرس پروفیسر میجون (Migeon) حال ہی مین دمشق گئے تھے اور وہان ان قدیم اسلامی آثار کے متعلق جنکا فرانسیسی عہد حکومت مین پتہ چلا ہے انھون نے ایک علمی جماعت کے سامنے تقریر کی اور میجک لنٹرن (جادو کی لالٹین) کے ذریعہ ان کی تصاویر بھی دکھائین، دمشق کے علمی رسالہ المجمع العلمی نے ان کی تقریر کے بعض ٹکڑے شائع کئے ہین، انھون نے دوران تقریر مین کہا:-

"اسلام ظاہر ہوا، اپنی فتوحات کے ساتھ پھیلا، چمکا اور ایک ایسے عہد کی ابتدا ہوئی جسکی مثال اس سے قبل نہین مل سکتی، وہ بڑھا اور دوسری اقوام پر فتوحات حاصل کر کے ان کے تمدن سے مستفید ہوا، عربون نے مفتوح اقوام کے کمالات اور خوبیون کو اختیار کرنے سے کبھی گریز نہین کیا، اور جو شخص ان کا ثبوت دیکھنا چاہے وہ انکی عمارات مین دیکھ سکتا ہے، شام مین رومی بازنطینی اثر ہے، تو عراق مین ایرانی اور اشوری اور مصر مین قبطی،

(معارف:- اور ہندوستان مین ترکی، ایرانی مغلی اور ہندی)

"وہان یہ سچ ہے کہ اسلامی تمدن خالص عربی تمدن نہین ہے، اس مین اُس فضا کا بھی جس مین وہ بڑھا اثر شامل ہے، لیکن اگر یہ تسلیم بھی کر لین کہ یہ خالص عربی تمدن نہین ہے تو اس سے تو کم از کم انکار نہین کیا جا سکتا کہ اس مین عربون کا حصہ سب سے زیادہ ہے، انھی نے اسکی بنا ڈالی، انھین نے مختلف و متفرق تمدنون کو ملا کر اس عام پسند صورت مین پیش کیا اور یہی چیز ان کی سلامتی طبع اور حسن مذاق کا

بہترین ثبوت ہین،

"عربون کی فتوحات اور انکی حکومت کے قیام کو مشرق شمالی افریقہ اور اندلس مین ایک صدی بھی نہین ہوئی تھی کہ ان مفتوح ممالک کی اجتماعی حالت بالکل بدلگئی اور اسکی جگہ نئے مذہب، نئے اخلاق، نئی عادات اور نئی رسمون نے لے لی" ان مفتوح اقوام کی صنعتون فنون اور دوسری ضروری چیزون کا بھی یہی حال ہوا" بحر ظلمات سے لیکر بحر ہند تک ان ممالک کا ایک سلطان، ایک نظام، ایک ہی فوجی ترتیب اور ایک ہی طرح فریضۂ حج کے لئے مقام واحد پر جمع ہونے کی وجہ سے یہ اتحاد متعدد حیثیتون سے مفید ہوا اس سے تمام مسلمانون مین نہ صرف مواخاۃ پیدا ہوئی بلکہ وہ دوسرے ممالک کی عمدہ چیزین اپنے ملکون مین لیجا کر انکی ترویج کرتے تھے، چنانچہ مغربی ممالک کی عمارتون مین مشرقی اثرات کا وجود اس کا بہترین ثبوت ہے، مثلاً قرطبہ کی جامع کبیر، قیروان کی جامع سیدی عقبہ کی بنیادین اگرچہ مغربی ہین، لیکن انکی تعمیر تمامتر مشرقی ہین،"

نیز اسکی بہترین مثال قاہرہ کی جامع ابن طولون ہے، مصر مین مختلف اقوام کے ذوق کا جس مین آشوری کلدانی عنصر غالب ہے، یہ مظہر ہے، مصر مین اس کا وجود عجیب نہین ہے، کیونکہ اس کا بانی عباسیون کا پروردہ اور تربیت یافتہ احمد بن طولون ہے، وہ متوکل کے زمانہ مین سامرا مین تھا معتز نے اسے مصر کا گورنر مقرر کیا، اسلئے جب وہ وہان پہنچا تو وہ عراق کے ذوق سے متاثر تھا اور وہان اس نے جامع داتق بالتدر (سامرہ) کے طرز کی عمارت جو بلا ستون پختہ اینٹون کی تھی اور جس پر سیپ کے چونے کی سفیدی تھی بنوائی، اور مقریزی نے اپنے خطط مین جو یہ لکھا ہے کہ اس کے لئے تین سو ستونون کا تخمینہ کیا گیا تھا جنپر اوسکی چھت رکھی جائے لیکن اتنے پتھرون کا سامان نہ ہو سکا، ایک عیسائی معمار نے دعویٰ کیا کہ قبلہ کے سامنے دو ستونون کو چھوڑ کر باقی عمارت کی چھت کو ستونون پر بنا دون گا، یہ باتین ہین جنکو کوئی شخص تسلیم نہین کر سکتا، کیونکہ جبل مقطم کے ٹکڑے اس کے قریب ہی ہین، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابن طولون نے اس نصرانی معمار کا انتخاب صرف اسلئے کیا کہ وہ عراقی تھا اور وہ عراقی طرز تعمیر سے واقف تھا، پتھرون کا استعمال نہ کرنا کمی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ



عباسیون نے یہ طرز جدید جاری کیا تھا اور فاطمیون کے زمانہ تک یہ رائج رہا،

اس کے بعد مقرر نے قاہرہ کے جامع ازہر اور جامع حاکم بامر اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان مین مغربی و عراقی طرز تعمیر کے اثرات موجود ہین" اس کے بعد انھون نے شام کا ذکر کرتے ہوئے بیت المقدس مین جامع عمر کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ اس مین بازنطینی اثرات موجود ہین اور دمشق مین جامع بنی امیہ اور فتح اسلامی کے بعد سے اسکی ترقی کا ذکر کیا، اور پروفیسر ودسو (Dussaud) کے خیالات اور ان مضامین کا جو رسالہ "سیریا" کی تیسری جلد مین شائع ہوئے، اور اس مباحثہ کا جو پروفیسر کارل ولیزنجر (Karl Wulzinger) اور پروفیسر کارت واتزنجر (Karl Watzinger) کے درمیان انکی کتاب "اسلامی دمشق ۶۳۴ تا ۱۹۲۴ء" کے متعلق تھا حوالہ دیا، اس کے بعد ایوبیون کا ذکر کرتے ہوئے انھون نے اظہار افسوس کیا کہ اکثر اسلامی آثار برباد ہو رہے ہین،

اس کے بعد عربون کی مٹی اور شیشہ کے برتنون کی صنعت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ فاطمیین کے زمانہ مین اس صنعت نے خاص کمال حاصل کیا، انھون نے ایک صراحی کی جو وینس مین سینٹ مارک کے ذخیرہ مین ہے تصویر دکھا کر بتایا کہ اس پر خلیفہ عزیز باللہ (فاطمی) کا نام کندہ ہے،

## بیت المقدس کا جامعۂ یہود

یون تو یہودی عرصہ دراز سے اپنے کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن گذشتہ جنگ کی مالی امداد نے ان کے خواب کی تعبیر صدیون بعد پوری کر دی اور فلسطین مین ان کو وطن بنانے کی اجازت ملگئی اس صدی کی ابتدا مین انجمن یہود عالم (جمعیۃ صہیونیہ) نے اپنی ذہنی مرکزیت کے حصول کے لئے بیت المقدس مین ایک جامعہ قائم کرنے کا خواب دیکھا، سنہ ۱۹۱۴ء تک اس کے تمام مراحل طے ہو گئے اور قریب تھا کہ اسکی تعمیر و تعلیم کا کام شروع ہو جائے کہ جنگ کے ہنگامون مین یہ آواز گم ہو گئی نومبر ۱۹۱۷ء مین لارڈ بالفور نے جو اس وقت صرف مسٹر تھے وہ اہم اعلان کیا جسکے ذریعہ فلسطین ایک مرتبہ پھر یہودیون کا

مرکز بنگیا، چنانچہ ۲۴ جولائی ۱۹۱۸ء ہی کو جامعہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا، ادائے رسم کے وقت جنرل النبی فرانسیسی اور اطالی افواج کے افسر اعلیٰ، بیت المقدس، قاہرہ، اور اسکندریہ کے یہودی رہبر مفتی اعظم وغیرہ موجود تھے، اس کے ٹھیک ۷ سال بعد لارڈ بالفور نے یکم اپریل کو بیت المقدس آکر اس جامعہ کا افتتاح کیا، فی الحال اس جامعہ مین عام تعلیم کے علاوہ چار اور شعبے ہونگے، (۱) ایک تجربہ گاہ جراثیم، حیاتیات امراض وادویہ کے لئے ہوگی، جس مین اس ارض مقدس کے مخصوص امراض، جراثیم، اور ادویہ وغیرہ کا تجربہ اور تحقیقات کیجائے گی (۲) ایک کیمیاوی تجربہ گاہ ہوگی جس مین عام تجربون کے علاوہ فلسطین کے اقتصادی اور علمی حیثیت سے خاص تجربے کئے جائین گے، (۳) یہودی علوم وفنون، تاریخ وادبیات کے مطالعہ تحقیق وتصنیف کے لئے ایک خاص محکمہ ہوگا، اس مین نہ صرف جامعہ کے ارکان کام کرین گے بلکہ دنیا کے تمام مشہور صاحب علم یہودی بھی اپنی مساعی کے نتائج سے اس کو سرفراز کرینگے (۴) ایک عظیم الشان کتب خانہ اس وقت کہ اسکی ابتداء ہے اس مین ۳۰ ہزار کتابین موجود ہین اور ہر مہینہ نہایت سرعت کے ساتھ اونکی تعداد بڑھتی رہتی ہے، ان شعبون کے علاوہ تصنیف وتالیف اور طباعت واشاعت کے شعبے بھی ہین اس جامعہ کے روح روان، یہودی دنیا کے سب سے بڑے عالم، مدبر وسیاست دان ڈاکٹر وزمین (Dr. Weizmann) ہین یہ انھی کی کوششون کا نتیجہ ہے کہ یہودیون کو ایک وطن اور ایک جامعہ ملا ہے، رسم افتتاح کے وقت انھون نے جامعہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ یہ ہین:-

"بادی النظر مین ایک ایسے ملک مین جسکی آبادی اس قدر کم ہو، جہان ہر کام کرنا باقی ہو اور جہان ابتدائی ضروریات کی چیزین مثلاً ہل، سڑک اور بندرگاہون تک کی بھی پوری طور سے میسر نہ ہون ایک روحانی وعلمی مرکز کا قیام مبالغہ معلوم ہوتا ہے، لیکن جو اصحاب یہودی روح سے واقف ہین انکے لئے یہ کوئی عجیب چیز نہین ہے، یہ بھی سچ ہے کہ متعدد اہم معاشری وسیاسی گتھیان ہمارے سامنے ہین اور ہم کو انکا سلجھانا ہے، لیکن ہم یہودی جانتے ہین کہ جب ہم کو ذہنی آزادی مل جائے گی، اور ہم کو اپنے ضمیر کی تکمیل کے لئے ایک مرکز حاصل ہوجائے گا، تو یقیناً ہم اپنی مادی ضرورتون کو بھی پورا کرلین گے،

"ہمارا جامعہ جو یہودی علوم وقوت سے بنا ہے ہماری آئندہ تعمیر کا ایک اہم جزء ہوگا، اس مین مقدس مقناطیسی کشش ہوگی اور وہ ہر اس چیز کو جو دنیائے یہود مین بہتر ہوگی کھینچ لے گا، اس سے وہ زندگی زا قوت پیدا ہوگی جو ہماری منتشر اور مردہ قوم مین اجتماع اور زندگی پیدا کردیگی"،

اس کے بعد انھون نے کہا کہ اس جامعہ سے صرف یہودی ہی مستفید نہ ہونگے، بلکہ تمام دنیا کے طلبہ یہان سے روحانی وعلمی فیض حاصل کرسکتے ہین، لیکن ان الفاظ کا خود وہان کی ایک بڑی آبادی پر جو اثر ہوا اور واقف کاران امور نے اس کے معنی جو سمجھے اس کا ثبوت ان مظاہرون اور ہنگامون سے مل سکتا ہے جو لارڈ بالفور کے دوران قیام مین مختلف شہرون مین کیے گئے،

# اخبار علمیہ

جب سے دنیا نے ربڑ کے فوائد معلوم کئے ہین اور اس کا استعمال شروع کیا ہی، وہ امراض جسمانی خرابیون اور دوسرے انسانی ضروریات مین بکثرت استعمال ہوتا ہے اب ڈاکٹر ہاروے فلیچر نے اس کا ایک نیا مصرف نکالا ہے، بعض اشخاص کو گلے کی بیماری کی وجہ سے اپنے حلقوم کا ایک حصہ کٹا دینا پڑتا ہے، اس سے وہ گونگے ہوجاتے ہین، ڈاکٹر مذکور نے اس کمی کے لئے ربڑ کی ایک نلی کی صورت مین اس کا نعم البدل ایجاد کیا، متعدد اشخاص پر اس کا کامیاب تجربہ بھی کیا جاچکا ہے اور وہ اس کو لگا کر بہ نہایت آسانی سے گفتگو کرسکتے ہین،

اسی سلسلہ مین ایک دوسرے بارن ای، ایلڈرڈ ڈی، ایس، سی کا یہ نظریہ بھی قابل ذکر ہے کہ ان کا خیال ہو کہ جو اشخاص بہرے ہون یا اونچا سنتے ہون ان کا علاج یہ نہین ہے کہ آواز کو زوردار اور وزنی بنایا جائے بلکہ ایسی حالت پیدا کیجائے جس سے حاسہ سماعت مین خود احساس پیدا ہوجائے چنانچہ انھون نے اس نظریہ کو اپنے ایک بہرے دوست پر آزمایا اور وہ اچھا ہوگیا،

زراعت کے لئے قلت آب کے بعد جو چیز سب سے زیادہ نقصان دہ ہے، وہ وہ کیڑے ہین جو پیداوار کی جڑون اور پتون کو کھا کر یا ان کا عرق چوس کر برباد کردیتے ہین اور غریب کسان اپنا سر پیٹ کر رہجاتا ہی، اس وقت تک ماہرین نے اس سے بچاؤ کے لئے مختلف رقیق ادویہ ایجاد کی تھین جنکو پانی کی طرح درختون کی جڑون مین ڈالا جاتا تھا لیکن ان کا اثر زیادہ دیر پا نہین ہوتا تھا، اب امریکہ کے دو ماہرین زراعت ایچ، ایف، ساکول، اور لاکا لیوس نے ایک قسم کا سفوف ایجاد کیا ہے، جسے خشک مٹی مین ملا کر کھیتون مین چھڑک دیا جاتا ہے اس کا اثر تیز اور دیرپا ثابت ہوا ہے،



منیلا کی مجلس علمی کے مشہور استاد سائنس ڈاکٹر البرٹ ہیر نے عرصہ کے مطالعہ تحقیق اور تجربہ کے بعد پتہ چلایا ہے کہ جزائر فلپائن مین بعض زہریلی مچھلیان بھی ہوتی ہین اور ان کا استعمال انسان کو فوراً ہلاک کردیتا ہے، ان کا زہر بہت سخت ہوتا ہی، وہان کے اصلی باشندون کو اس کا علم ہے، لیکن پھر بھی کوئی سال ایسا نہین گذرتا کہ اسکی وجہ سے متعدد موتین نہ ہوتی ہون،

غریب مچھر اکثر امراض کا سبب بتایا جاتا ہی اور عرصہ سے اس کو دنیا سے نابود کرنے کی کوشش کیجارہی ہی، اب تک مختلف ادویہ ایجاد کیجاچکی ہین لیکن حال مین ان کے قتل عام کے لئے جو صورت اختیار کیگئی ہی وہ کم حیرت خیز نہین ہی، جنگ کے اختتام کے بعد سے اکثر ہوائی جہاز بیکار پڑے ہین اسلئے اہل علم نے ان سے فائدہ اٹھا کر مچھرون پر بم اندازی شروع کردی ہے، ان جہازون مین گیس اور دواؤن کے بم رکھ لیے جاتے ہین اور ایک تیز روشنی لگائی جاتی ہے، جہاز سطح زمین سے بہت کم نیچے ان مقامات کا جہان مچھرون کے مرکزی اجتماع کا خیال ہوتا ہے، چکر لگاتا ہے، اور اپنی تیز روشنی سے ان کو دیکھ کر ان پر گیس کی سخت بارش شروع کردیتا ہے، اور اس طرح سے آن واحد مین لاکھون مچھرون کا خاتمہ ہوجاتا ہی،

اب تک خیال تھا کہ مچھر نشیبی، اور گندہ جگہون پر رہتے ہین لیکن ڈاکٹر ڈبلو، ای، ہاورتھ نے ایک مضمون مین اپنا مشاہدہ لکھا ہی کہ افریقہ کے بعض مقامات پر وہ کھجورون کے بلند ترین پتون پر صاف اور روشن ہوا مین بھی رہتے ہین، لیکن اب ہوائی جہاز کے حملہ کے سامنے اسکی یہ محفوظ جگہ بھی سلامت نہ رہ سکی،

ڈاکٹر اون اونیل کین نے امریکن جرنل آف سرجری (رسالہ علم جراحت امریکہ) مین ایک مضمون شائع کیا ہے جس مین وہ لکھتے ہین کہ مین عرصہ سے یہ سوچ رہا تھا کہ دنیا مین جس قدر اہل فن ہین وہ اپنی

مصنوعات پر اپنا نام لکھ کر اپنے کو مشہور و غیر فانی بنا دیتے ہین، ایک مصنف، ایک شاعر، ایک نقاش، ایک مصور، ایک انجنیر غرض ہر شخص اس پر عمل پیرا ہے، لیکن غریب ڈاکٹر جو دنیا کا اہم ترین فرض انجام دیتے اور انسان کو موت کے منھ سے نکال لاتے ہین، بڑے بڑے زخمون پر عمل جراحی کرتے ہین ان کا نام تک باقی نہین رہتا، اسلئے کیون نہ وہ بھی اپنے مریضون کے بدنون پر اپنے نام کے آخری حرف کو ہندوستانی روشنائی سے لکھ دیا کرین، انھون نے اس فیصلہ پر پہنچکر ایسا کرنا شروع کر دیا ہے اور اس وقت تک سینکڑون مریضون کے بدنون پر اپنا نام لکھ چکے ہین، اس کام کے لئے وہ حروف کا استعمال نہین کرتے بلکہ ریڈیو کی اصطلاحی علامات کا،

---

مسٹر ایم، لوکیش جو تجربہ گاہ روشنی کے افسر اعلیٰ ہین رنگون کے جذباتی اثرات کے متعلق لکھتے ہین کہ انسان ہین انکو دیکھ کر بھی مختلف جذبات پیدا ہوتے ہین، مثلاً بعض رنگ خوشی، مسرت اور اطمینان کے جذبات پیدا کرتے ہین اور بعض رنج، الم، غصہ، اضطراب، اور کاہلی کے، لیکن انسان جس وقت ان رنگون کو دیکھتا ہے تو وہ تمام دوسرے خیالون سے علیحدہ ہوتا ہے، اور نفس ان رنگون کی کیفیت اس کو متاثر کرتی ہی،

---

امریکہ کے دار السلطنت نیویارک کے مرنے والون کے اوقات کا مطالعہ کرکے مس بیری کلنڈن نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انسان کی موت عموماً رات کو ایک بجے سے چھ بجے تک ہوتی ہے، چنانچہ انھون نے اوقات موت کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ خود اس کا ثبوت ہی،

| وقت | تعداد موت | وقت | تعداد موت |
|---|---|---|---|
| ۱۰ بجے دن | ۱۰۴۶ | ۱۱ بجے دن | ۱۰۸۶ |



| وقت | تعداد موت | وقت | تعداد موت |
|---|---|---|---|
| ۱۲ بجے دن | ۸۷۸ | ۱ بجے دن | ۹۸۶ |
| ۲ " " | ۱۰۱۳ | ۳ " " | ۱۰۴۲ |
| ۴ " " | ۱۰۹۰ | ۵ " " | ۱۰۲۸ |
| ۶ " " شام | ۹۹۱ | ۷ " رات | ۱۱۰۹ |
| ۸ " رات | ۹۱۹ | ۹ " " | ۹۵۲ |
| ۱۰ " " | ۹۶۹ | ۱۱ " " | ۹۹۱ |
| ۱۲ " " | ۸۰۱ | ۱ " " | ۱۲۵۴ |
| ۲ " " | ۱۱۲۴ | ۳ " " | ۱۰۶۴ |
| ۴ " " | ۱۰۸۵ | ۵ " " | ۱۱۸۶ |
| ۶ " صبح | ۱۰۸۹ | ۷ " صبح | ۱۰۱۴ |
| ۸ " " | ۱۰۲۴ | ۹ " " | ۱۰۴۵ |

---

پی ڈی، پوسٹن کا خیال ہے کہ موجودہ نسل اپنے دانتون کو روز بروز کمزور کر رہی ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان نے دانت کا اصلی مصرف لینا بند کر دیا ہے، وہ نرم غذاؤن کو نگل جاتا ہے، اور اگر یہی حالت رہی تو چند صدیون مین ہمارے منھ مین ایک دانت بھی نہ رہے گا،

---

# باب التقریظ والانتقاد

## خیابانِ عرفاں

### مؤلفہٗ

مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی، صدر محاسب سرکار عالی حیدرآباد دکن

اصناف شاعری مین رُباعی گویا اخلاق و موعظت اور فلسفہ و حکمت کی شاعرانہ شرح کے لئے مخصوص کرلیگئی ہے، چنانچہ فارسی زبان مین رُباعی گو شعرا رنے اس صنفِ سخن کے پردہ مین ایسے بلند حکیمانہ، فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی خیالات ادا کئے ہین، کہ انکی مثال مشکل کسی دوسری زبان کی شاعری مین ملسکتی ہو، لیکن افسوس یہ ہے کہ عام طور سے تین چار مشہور رباعی گو شعرار کی رباعیات کے علاوہ بہت کم یہ صنف کلام عام مشتاق نگاہون کے سامنے ہے۔ دار المصنفین کے کتب خانہ مین ایک نہایت خوشخط مجموعہ رباعیات ہے جس مین سلاطین، وزرار، علمار، حکما، غرض مختلف اصناف انسانی کی ترتیب سے ادن کے کلام کو جمع کیا گیا ہو، اس مین رباعیون کا بھی بڑا حصہ ہے مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی نے اپنی اس تالیف خیابانِ عرفان کے ذریعہ سے اسی کمی کو پورا کیا ہے،

خیابان عرفان فارسی کے تقریباً تین سو مختلف باکمال شعرار کی منتخب رباعیات کا مجموعہ ہے، ... صفحون مین ۱۵ سو رباعیان یکجا کیگئی ہین، تین سو شعرا کے اس جم غفیر مین ہر قسم کے اشخاص موجود ہین، یہان تک کہ ہندوستان کے موجودہ دور کے چند شاعرون کے نام بھی ہم کو ملتے ہین، مثلاً حضرت گرامی



ڈاکٹر اقبال، امجد حیدرآبادی، مرزا مہدی خان کوکب، قدیم دور کے ہندوستانی شعرار مین سے آزاد بلگرامی، خان آرزو، خان خلف، سعد اللہ خان وزیر شاہجہان، خان اعظم مرزا عزیز کوکا، شرف یحیٰی منیری بہاری، فیضی، قادری ہندوستانی، بیدل عظیم آبادی، ہاشم کشمیری، وغیرہ بھی شامل ہین ان تین سو رباعی گو شعرا مین سلاطین، وزرار، علمار، صوفیہ، عام شعرار غرض ہر صنف انسانی کے ہر دور اور ہر طبقہ کے خیالات کے نمائندے موجود ہین، اور اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب سے فارسی زبان مین رباعی کا وجود ہوا، اس وقت سے آج تک کی منتخب رباعیات کا اس سے بہتر اور وسیع مجموعہ اب تک عموم انسانی کے ہاتھ مین نہین آیا، اس بنا پر اس کتاب کی تالیف پر تمام فارسی دان دنیا کی طرف سے مؤلف کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے، کہ انھون نے اپنی اس تالیف کے ذریعہ فارسی مواعظ و حکم کے قدر شناسون کو سینکڑون بوسیدہ اور کہنہ بیاضون کی تلاش و جستجو سے آزاد کر دیا، اور یہ زر و جواہر جو پہلے صرف قدیم خاندانی کتابی خزانون مین سر بمہر تھے، ان کو اس نے دفعۃً وقف عام کر دیا، جزاہ اللہ خیراً،

یہ پندرہ سو رباعیان مضامین کے لحاظ سے مختلف ہین، اسلئے مؤلف نے نہایت سلیقہ سے ان کو حسب ذیل ۱۸ مضامین پر مرتب کر دیا ہے، توحید و معرفت، نعت و منقبت، شرف انسان و صفت آفرینش، علم و جہل و خود شناسی، کبر و پستی دریا و سالوس، بے ثباتی دنیا و عزلت، عشق حقیقی، سخن و خاموشی، از واہل و ترک ہوا و ہوس، طاعت و ورع و لطف و کرم، جوانی و پیری و حیات و ممات، جبر و اختیار و گنہ و توبہ، آخرت و رحمت الٰہی، مناجات،

معنوی خوبیون کے علاوہ ظاہری محاسن کے لحاظ سے بھی یہ مجموعہ قابل قدر ہے، نہایت عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ، سفید کاغذ پر بہت اہتمام کے ساتھ چھپا ہے، ہر صفحہ کی جدول سبز رنگ کے نقش و نگار سے بنائی گئی ہے، لوح نہایت دلاویز و مطلا چھاپی گئی ہے، جامعہ عثمانیہ کے دار الطبع مین یہ کتاب چھپی ہے، اور اس لئے طباعت کے اس حسن اہتمام پر ہم جامعہ عثمانیہ کو مبارکباد دے سکتے ہین، جلد بھی نہایت خوشنما اور مطلا ہے،

بیشمار رباعیات کے انبار مین سے مؤلف نے جن دانون کو چنکر الگ کیا ہے، ان مین گفتگو کی جاسکتی ہے، مگر مؤلف نے مقدمہ مین یہ صحیح معذرت کی ہے،

"مرحلۂ انتخاب ایک نہایت صعب گزار فرض ہے، اور دراصل یہ ایک ایسا پیچیدہ راستہ ہے کہ اگر تائید غیبی، اور ذوق فطری، میرا بازو نہ تھام لیتے تو مین دو ہی چار قدم کے بعد لڑکھڑا کر گر پڑتا، البتہ اگر اس عالم رنگارنگ مین مذاق اور طبائع کا اس درجہ اختلاف موجود نہ ہوتا تو پھر انتخاب کا معاملہ نہ صرف آسان تھا، بلکہ ایک نہایت خوشگوار مشغلہ:

"لیکن مصیبت تو یہی ہے کہ بیچارے انتخاب کرنے والے کو قدم قدم پر اختلاف مذاق کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ اس غریب کی یہ تمنا بھی ہوتی ہے کہ اس کا مجموعہ عالم پسند و مطبوع خلائق ہو،

ہم اس غریب "انتخاب کرنے والے کو یقین دلاتے ہین کہ ان کا یہ مجموعہ ہر مذاق اور ہر طبیعت کے اشخاص کے لئے کافی مواد رکھتا ہے، اور اختلاف مذاق کے درد کا درمان تو ایک مؤلف کی قدرت سے باہر ہے، تاہم اگر حکیمانہ خیالات کے تنوع مین کچھ وسعت پیدا کیجاتی تو بہتر ہوتا،

اس مجموعہ مین اصناف سخن مین رباعی کی قید لگائی گئی ہے، مگر یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ اس مین قطعات اور دیگر اصناف کو ایک جا جگہ دیگئی ہے، مثلاً ابن یمین کی نظمین جو اس مین ہین وہ قطعے ہین، رباعیان نہین، اسی طرح ڈاکٹر اقبال کی جو نظمین صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲ مین ہین وہ بھی رباعیان نہین ہین، غالب کا یہ قطعہ گو نہایت خوب ہے، مگر مجموعۂ رباعیات (ص ۱۹۰) مین کیونکر جگہ پائے گا،

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار — ساقی و مغنی و شرابے و سرودے

زنہار ازان قوم نباشی کہ فریبند — حق را بسجودے و نبی را بدرودے

اس لئے یا تو دیباچہ مین تصریح کردی جاتی کہ اس مین رباعیات کے ساتھ قطعات حکیمانہ کو بھی کہین کہین عاریۃً جگہ دیدیگئی ہے یا دوسرے گران بہا اصناف کی قدر و قیمت کا لالچ نہ کرکے سختی سے صرف رباعی



ہی کے خزانہ کی جانچ پرتال پر قناعت کیجاتی،

بہرحال اس ضمنی خردہ گیری سے قطع نظر کرکے جو ایک نقاد کا گویا "پیدائشی حق" ہے، اس مجموعہ کو ہر طرح تحسین وستائش کا مستحق سمجھتے ہین، اور امید رکھتے ہین کہ جوہریان سخن، اس خزانہ کی پوری قدر و قیمت کرین گے، قیمت معلوم نہین، غالباً چار پانچ روپے ہوگی اور مؤلف کے پتہ سے ملتی ہوگی،

## سیرۃ عمرو بن العاص،

### مؤلفہ

مولانا حافظ اسلم صاحب جیراجپوری استاد تاریخ جامعہ ملیہ علیگڈہ

صحابۂ کبار رض مین حضرت عمرو بن عاص رض ایک خاص حیثیت رکھتے ہین، خلافت صدیقی و فاروقی مین انھون نے رومیون سے پرزور مقابلہ کیا اور مصر و طرابلس کو ان کے ہاتھون سے چھین لیا، حضرت علی و معاویہ کی جنگ مین وہ امیر معاویہ کے طرفدار و مشیر تھے، اور اپنی تدبیرون سے انھون نے بڑے بڑے پہلوانون اور بہادرون کو شکست دی، اس حیثیت سے وہ آغاز اسلام کے دیگر فاتحین حضرت خالد بن ولید اور حضرت سعد بن وقاص سے علانیہ ممتاز ہین، کہ وہ صرف میدان کے مرد تھے، اور یہ تدبیر اور جنگ کے دونون میدانون مین یکسان نمایان تھے، گو جہان تک ان کے فتوحات کا تعلق ہے وہ واقعات سوانح فاروقی کے ذریعہ اردو مین منتقل ہوچکے ہین، تاہم ان کے دیگر واقعات زندگی سے اردودان پبلک کو روشناس کرنا ضرور تھا، ہمارے فاضل دوست مولانا حافظ اسلم صاحب جیراجپوری نے اس فرض کو ادا کیا ہے آجکل مصر مین حسن بن ابراہیم حسن المصری نے حضرت عمرو کی سوانحعمری عربی مین لکھی ہے، حسب دستور ہمارے دوست نے "القبض و نیل ملکیۃ ہم کے اصول سے اپنا مرتبہ" کہکر اس کو اردو مین پیش کیا ہے، اور مقدمہ کی آخری عبارت مین یہ لکھدیا ہے،

"اس تالیف مین مستند ماخذون سے کام لیا گیا، خاصکر حسن بن ابراہیم حسن المصری کی تاریخ

عمرو بن عاص سے زیادہ مدد ملی"

لیکن ان مستند ماخذون کا حوالہ ہم کو کتاب کے زیر بحث حصے کے زیادہ تر بالائی و وسط مین کہین نظر نہین آتا، کہین تو آخران کے صفحون اور جلدون اور مطبعون کا ذکر نا تھا، حسن بن ابراہیم المصری کی تاریخ کا جس انداز مین ذکر کیا گیا ہے، اس سے یہ شبہہ بھی نہین ہوتا کہ یہ عہد حال کی کوئی کتاب ہے، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ قرون وسطی کے کسی نامور عرب مورخ نے یہ فرض انجام دیا ہے ضرورت تھی کہ اس اصل کتاب سے ہمارے دوست اپنے ناظرین کو روشناس کر لیتے تو آگے بڑھتے،

اس موقع پر یہ تفصیل بالا کوئی ضروری الاظہار مقصد نہ تھا، مگر چونکہ ہم کو یقین ہو کہ مولانا اسلم یقیناً ایسی لیاقت اور واقفیت رکھتے ہین کہ اگر وہ خود تلاش و محنت کرین تو اس سے بہتر تصنیف ملک مین پیش کر سکتے ہین، مگر وہ خدا جانے کیون تصنیف و تالیف کی گرانباری سے گھبرا کر ترجمہ و تلخیص و اقتباس کے سایہ مین آرام لیتے ہین، ہم اس کو اردو کی بد قسمتی سے تعبیر کر سکتے ہین، دعائے دلی ہو کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو اس پناہ گیری کی عادت سے نجات دلا کر اردو کے جانفشان اور محنت پسند مصنفین مین ان کو جگہ دیدے، یا ہم مترجمین اور ملخصین کی صف وہ اپنے لئے مخصوص کر لین، اور اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرین، کہ یہ جگہ بھی کام کرنے والون اور مخلوق کو نفع پہنچانے والون کے لئے بری نہین،

حضرت عمرو بن العاص کی زندگی فدویت، جانثاری، خدمت حق کا پورا نمونہ ہے، صرف انکی آخری زندگی جو امیر معاویہ کی صحبت و معیت مین گذری ہے، تنقید کے قابل سمجھی جاتی ہو اور اس عہد کے تمام واقعات مین بھی ایک خاص نظر سے ثالثی اور تحکیم کے واقعہ مین انکی حیثیت بدنما ہے، اور آج سے نہین تیرہ سو برس سے ان کا یہ عمل معترضون اور محبون کے درمیان ہنگامہ خیز ہے، ہمارے دوست کو یا تو کوشش کر کے اپنے ہیرو کو اس دلدل سے نکال لینا تھا اور مخالفین کے جوابات دینے تھے، واقعات کی تنقید اور روایات کاذبہ کی پردہ دری کرنی تھی، یا انکی حمایت و طرفداری کا جذبہ قلم مین نہ پیدا ہونے دینا چاہیئے تھا، اور اگر



اصل مصنف نے ایسا ہی کیا تھا، تو لائق مرتب کو تو ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا، آپ واقعۂ ثالثی کے تحت مین "نتیجۂ فیصلہ" کے زیر عنوان لکھتے ہین کہ "حضرت علیؓ نے اس فیصلہ کو تسلیم نہین کیا" ہم "اس" کے مشارٌ الیہ کو نہین سمجھ سکے، کیونکہ ثالثین یعنی حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کا کوئی متفقہ فیصلہ مجمع کے سامنے نہین آیا، حضرت ابو موسیٰ نے رائے دی کہ دونون مدعی (حضرت علیؓ اور معاویہؓ) علحدہ ہو جائین، حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ "علی الگ ہو جائین اور انکی جگہ پر مین معاویہ کو نصب کرتا ہون" اگر اس فیصلہ کا اشارہ حضرت عمرو عاص کی رائے کی طرف ہو، تو اس رائے کو تسلیم نہ کرنا ظاہر ہے، لیکن یہ فیصلہ ثالثانہ نہ تھا، اور اگر حضرت ابو موسیٰ کی رائے کی طرف اشارہ ہے تو ظاہر ہے کہ اسکو نہ صرف حضرت علی نے نہین مانا، بلکہ امیر معاویہ نے بھی نہین مانا، اور بھی بعض واقعات قابل تنقید ہین، دو جگہ مؤلف نے حضرت عمرو کے بعض واقعات کو کبھی نظم کیا تھا وہ بھی درج کر دیئے ہین.

کتاب ۲۸۰ صفحون مین تمام ہوئی ہے، لکھائی چھپائی خاصی ہے، قیمت عہ رجامعہ ملیہ علی گڈھ کے پتہ سے مؤلف سے ملے گی،